خداؤں کو الوداع

عزیز احمد صدیقی

إِنِّي بَرِيءٌ مِّمَّا تُشْرِكُونَ ۝ القرآن

پ ۷ الانعام

خداؤں کو الوداع

از

عزیز احمد صدیقی

جے ۱۶/۵ ناظم آباد ۱ کراچی ۱۸

ناصبی سلسلہ اشاعت کی ایک اور کڑی ۔

نام کتاب	خداؤں کو الوداع
نام مولف وناشر	عزیز احمد صدیقی
مطبوعہ	سلطان آرٹ پریس محمد بن قاسم روڈ کراچی
تعداد اشاعت	۱۰۰۰ ایک ہزار
سال اشاعت	
قیمت	۲ روپے

ملنے کا پتہ

اقبال بک ہاؤس	ٹرام جنکشن صدر کراچی
شرکت ادبیہ پنجاب	شاہی محلہ لاہور

۱۸

مؤلف ۴/۱۶ مسلم لیگ کوارٹرز ناظم آباد ۱ کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعارف

میں نے یہ کتابچہ اپنے ان نوجوان بچوں کے نام سے منسوب کرنا چاہا تھا جو پاکستان میں سرخ سویرے کے آنے کا انتظار کر رہے ہیں اور نہیں جانتے کہ اس سویرے میں سرخی کس کے خون کی ہو گی ــــ؟

مگر اشاعت میں غیر معمولی رکاوٹیں پیدا ہوتی چلی گئیں اور کتاب انتخابات سے پہلے ان کے ہاتھوں میں نہ پہنچ سکی تو محسوس ہوا کہ اللہ تعالےٰ کو منظور نہ تھا کہ بحران و ابتلا کے اس دور میں میری یہ خالص اصلاحی کوشش سیاسی نکتہ آرائیوں کا شکار ہو جاتی۔

اتنے میں ۱۲ ارنومبر ۱۹۷۰ء کی وہ ہولناک رات بھی آگئی جس کی ہلاکت خیزیوں نے پاکستان کو دنیا بھر کی توجہ اور ہمدردی کا مرکز بنا دیا۔ اور نہ صرف مسلمان بلکہ اقوام عالم اس عذاب الٰہی کا حال سنکر تھرا اٹھیں۔ جس میں ہمارے تقریباً بیس لاکھ بنگالی بھائی راتوں رات اس طرح صفحۂ ہستی سے ناپید ہو گئے جیسے کبھی آل نوح اور آل فرعون غرق ہو کر نابود ہو گئے تھے۔

دنیا حیران ہے کہ سینکڑوں میل دور سے اُٹھنے والا یہ طوفانِ بلاخیز خلیج بنگال میں واقع تمام کافر بستیوں کو چھوڑتا اور بچاتا ہوا صرف بنگالی مسلمانوں پر کیوں ٹوٹ پڑا۔

کاش ہمارے اسلامی مہاشے اور مہاتما (جو مولانا کہلاتے ہیں) اس کی توجیہہ پیش کر سکتے۔ مگر انہیں تو نذروں نیازوں اور صدقوں کی فراہمی سے فراغت ملتی ہے تو خارزار سیاست میں کود کر رسوا ہوتے بھی شرم نہیں آتی کہ چاہتے ہیں ؎

دنیا طلب کو چاہیئے ابلہ فریب ہو
دنیا میں جب تلک کہ مسلط ہے ابلہی

حالانکہ قرآن حکیم فرماتا ہے :- واللہ لا یحب المفسدین

جس کا ترجمہ حکیم الامت نے کچھ اس طرح فرمایا تھا ؎

دینِ ملا فی سبیل اللہ فساد

اور فساد کو ختم کرنے کے لئے اللہ تعالےٰ اپنی کارروائیاں جاری رکھتا ہے۔ وہ کبھی کسی کو اُبھار دیتا ہے کبھی کسی کو دبا دیتا ہے اور اس طرح پاک کو ناپاک سے جدا کرتا رہتا ہے۔ جیسے ہندوستان میں کفر و اسلام کی تفریق فرمائی تو مسلمان پاکستان نام کے علاقوں میں کھنچ کر جمع ہو گئے جن کا مجموعی رقبہ ان اسلامی ریاستوں سے زیادہ نہیں جو وہاں صدیوں سے قائم تھیں جیسے حیدر آباد دکن بھوپال رام پور جوناگڑھ وغیرہ مگران کے مقسوم میں کفرستان بننا لکھا تھا۔ اور پاکستان بننے کا شرف ان ہی علاقوں کو ملنا تھا جو اب ہمارا وطن ہے۔ اس کی وجہ شاید یہ ہو کہ

حیدر آباد میں نظام نے اپنا آبائی دین ترک کیا اور شیعت اختیار کرلی ۔ پھر ایک مہدوی پٹھان اُٹھا اور اس نے لسانی مغائرت کی بنا پر ملکی اور غیر ملکی کی منافرت پھیلا کر مسلمانوں میں جو آبادی میں صرف تیرہ فیصد تھے نفاق ڈال دیا ۔ اس سے باہر کے آئے ہوئے مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے وہ پاکستان کی طرف بھاگ پڑے ۔ اور ملکی بھائی یعنی سنس آف دی سوائیل SONS OF THE SOIL بجز معدودے چند کے ہمیشہ کے لئے ہندوؤں کی غلامی کرنے کے لئے وہاں رہ گئے ۔ کیونکہ انہیں اپنے مسلمان بھائیوں کا حکومت میں شریک ہونا پسند نہ تھا ۔ اب ہندوؤں کی حکومت میں خوش ہونگے ۔

اب چوبیس سال بعد پاکستان میں بھی وہی نقشے ابھر رہے ہیں یعنی علاقائی عصبیت ۔ فرقہ وارانہ منافرت اور لسانی مغائرت کے ساتھ امیر و غریب کے درمیان عدم مساوات کے شکوے باہر سے آئے ہوئے ایک کروڑ مسلمانوں کے لئے زمین تنگ کرتے جا رہے ہیں ۔ نہ بنگالی انہیں قبول کرنے کو تیار ہیں نہ پنجابی نہ پٹھانوں کے دل میں ان کے لئے جگہ ہے نہ سندھی اور بلوچیوں کو ان سے اگلا جیسا پیار ہے ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں بھی کچھ ہونے والا ہے ۔

کاش مسلمان یہ سوچتے کہ ایسا کیوں ہے اور یہ سب کیوں ہو رہا ہے ۔ مگر انہیں اتنی فرصت کہاں ۔ کوئی روٹی کپڑے اور مکان کی فکر میں ہے ۔ کوئی بینس بڑھانے اور فارن ایکس چینج کمانے

کی دُھن میں ہیں اور کوئی محلات تعمیر کرانے اور اپنی آنیوالی نسلوں کی خوشحالی کا انتظام کرنے میں محو ہے اور یہ سوچنے کو تیار نہیں کہ دُنیا میں مکافاتِ عمل بھی کوئی چیز ہے اور اس دنیا کا کاروبار چلانے والی انسانوں کے سوا بھی کوئی طاقت موجود ہے۔

شاید اسی کا نتیجہ ہے کہ آج مسلمان جہاں ہیں ذلیل و خوار ہیں۔ وہ ہندوستان اور کشمیر میں مارے اور قتل کئے جا رہے ہیں۔ مشرقِ وسطیٰ میں مٹھی بھر یہودیوں نے دس کروڑ مسلمانوں کو ناچ نچا رکھا ہے۔

یمن۔ انڈونیشیا۔ عراق اور دیگر ایشیائی و افریقی ملکوں میں یا تو وہ آپس میں دست و گریباں ہیں یا کسی غیر مسلم قوم کی چیرہ دستیوں کا شکار ہیں پھر بھی سوچنے کو تیار نہیں کہ یہ عذاب الٰہی کا کوڑا ان پر کیوں چل رہا ہے۔ جب کہ یہ بزعم خود اپنے کو خیر اُمّۃ کا مصداق سمجھے بیٹھے ہیں۔

قائداعظم مرحوم نے کہا تھا مسلمان ایک قوم ہیں ان کا خدا ایک ہے۔ قرآن ایک ہے۔ اور رسول ایک ہے اور اب ان کو اپنا وطن بھی مل گیا ہے جہاں وہ مادی اور روحانی اعتبار سے اپنی زندگی کو اپنی روایات اور اپنے مزاج کے مطابق بسر کرنے کے لئے پوری آزادی رکھتے ہیں۔

مگر پچیس سال بعد دیکھئے تو اس مسلمان قوم کے پاس نہ معاشرہ اپنا نہ قانون اپنا نہ زبان اپنی حتیٰ کہ ان کا دین و ایمان بھی ایک نہیں ان کی مسجدیں الگ ہیں امام باڑے الگ اور جماعت خانے الگ پھر

خانقاہیں ہیں مزارات ہیں اور مقبرے ہیں جن میں اپنے اپنے خدا براجمان ہیں۔

گویا مسجد کا خدا امام باڑے میں نہیں ملتا اور امام باڑے کا خدا جماعت خانوں سے دور رہتا ہے۔ حتیٰ کہ بریلویوں کا خدا دیوبندیوں سے اور دیوبندیوں کا خدا اہم جیسے ناجیوں سے ناراض معلوم ہوتا ہے۔ پھر مقبروں اور مزاروں میں بند خداؤں کا حال کون جانے وہ کس سے خوش اور کس سے ناراض ہیں۔ ایسے میں اگر یہاں بھی تطہیر معاشرہ شروع ہو جائے تو حیرت کی بات نہیں بلکہ یہ کام تو عرصے سے جاری ہے تقسیم ہند کے بعد لاکھوں مارے جا چکے ہیں۔ لاکھوں سیلابوں اور طوفانوں میں بہہ گئے اور ہزاروں دوبار کی جنگ میں کام آئے۔ پھر بیماریوں وباؤں اور امراضِ دل اور خودکشی اور حادثات میں کتنے مر رہے ہیں۔ کوئی حساب لگانے والا ہو تو بتائے۔ پھر بھی ہماری آنکھیں نہیں کھلتیں۔ سدھرنے کو کہا جائے تو کہتے ہیں کہ انگریزوں کی سوسالہ غلامی نے ہمارا اخلاق و کردار بگاڑ دیا ہے۔ بلکہ ہماری سوچنے کی صلاحیت ہی ختم کر دی ہے۔ یعنی اب ہم پھر کسی ہلاکو، تیمور، نادر شاہ یا لارڈ کلایو کے منتظر ہیں اور چاہتے ہیں کہ کوئی محمود غزنوی آئے تو ہمارے بتکدے توڑے اور ہمارے بتوں کو پاش پاش کرے ورنہ ہم خود سنبھلنے والے نہیں یہاں یہ انتباہ بھی بے محل نہ ہوگا کہ پاکستان اسلام کے نام پر دس کروڑ مسلمانوں کے لئے حاصل کیا گیا تھا۔ اگر یہاں کے عوام نے اسلام سے روگردانی کر کے الحاد۔ اشتراکیت یا بے دینی قبول کر لی تو یہاں بھی

کمبوڈیہ اور ویٹ نام کی طرح عذاب الہی نازل ہو سکتا ہے، جہاں ہزاروں میل سے امریکیوں کو بھیج کر اس کا چپہ چپہ بمباری سے چھلنی کروادیا ہے۔ یا جیسے مصری نہر سویز اور اسکندریہ کو اسرائیلی بمباری سے کھنڈروں میں تبدیل کر دیا ہے۔

اس لئے کہا جاسکتا ہے کہ اگر یہاں بھی سنز آف دی سوائیل نے اپنی تنگ نظری اور علاقائی عصبیت ترک نہ کی یعنی بنگالی، سندھی اور پٹھان قومیت کو ابھارنے میں ایک دوسرے سے دور ہوتے چلے گئے تو وہ دن دور نہیں جب یہاں کے چھوٹے چھوٹے صوبے جو خود مختار ہو چکے ہوں گے حیدر آباد جوناگڑھ اور بھوپال کی طرح ہندوؤں کے قبضے میں چلے جائیں گے۔ کیونکہ مشرقی پاکستان کا حال تو حیدر آباد سے بھی ابتر ہے۔

کاش یہ سب کے سب مسلمان بن جاتے اور باہر سے آنیوالوں کو بھی اپنا بھائی سمجھتے جو ان کے دکھ سکھ کے ساتھی ہیں اور دو بار ان کے ساتھ مل کر ہندوستان سے لڑ چکے ہیں۔

مگر آپ کو شکایت ہے کہ انہوں نے یہاں آکر بہت کچھ مال اسباب جمع کر لیا ہے اور جائیدادیں حاصل کر لی ہیں تو بھائیو یہ بھی تو سوچو کہ اگر ہندو یہاں سے نہ نکالے جاتے تو یہ سب ان کے پاس ہوتا۔ اور تم وہی ہوتے جو پہلے تھے یعنی بنیوں اور سیٹھوں کے قرضدار جو سنا ہے عورتوں کا بھی بیع اور رہن کرتے تھے۔

تو اس مسبب الاسباب اور عزت و عظمت دینے والے کا شکر کیوں نہیں بجالاتے جس نے تمہیں اس ذلت سے نکالا اور اقوام عالم

ہیں ہمسری کا مرتبہ عطا فرمایا اس سے رجوع کرو اور مانگو تو تمہیں بھی وہ نعمتیں مل سکتی ہیں اور یہ نہ بھولو کہ مسلمان کے لئے کوہ دشت دریا اور باغ وراغ کا پوجا جائز نہیں۔ گنگا مائی۔ بھومی ماتا، دھرتی پتر، مادر وطن یا فادرِ وطن کے نعرے خالص آریائی بلکہ ہندوانہ ذہنیت کے آئینہ دار ہیں۔

اللہ تعالےٰ کی رزاقی و خلاقی پر ایمان رکھنے والوں کے لئے مادی وسائل اور دنیاوی علل واسباب پر بھروسہ شرمناک ہے۔ جیسا کہ جگر مراد آبادی نے کہا ہے ؎

توحید کی طاقت کو بنا اپنا معاون
ہر واہمۂ ملت و کثرت سے گزر جا
انسان بن انسان یہی ہے تری معراج
رنگ و وطن و قوم کی لعنت سے گزر جا

یعنی مسلمان کے لئے جگہ مقام نسل اور رنگ پر تفاخر جائز نہیں اس کا اللہ فرماتا ہے۔ یا عبادی اِنَّ الارضِی واسِعَۃٌ

اے میرے بندو میری دنیا بہت وسیع ہے اس میں پھیل جاؤ اور اپنا رزق تلاش کرو اور اپنے پیدا کرنے والے کو نہ بھولو پھر دیکھو کیسے نوازے جاتے ہو۔ چنانچہ پرانے زمانے کے مسلمان کا یہی قول تھا ؎

ہر ملک مُلک ماست کہ ملک خدائے ماست

وَمَا عَلَینَا الا البلاغ

عزیز احمد صدیقی

کراچی ۵ر جنوری ۷۱ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

زندگی کے دوراہے

ایک دن اپنے لڑکے میاں رفعت کو اپنے دوستوں سے کہتے سنا۔

"مذہب ایک افیون ہے جس سے انسانی دماغ کو ناکارہ بنا کر مولویوں کی غلامی پر قانع رہنا سکھایا جاتا ہے تاکہ عوام صبر و شکر سے زندگی گذاریں اور جو مولوی کہہ دے اسے خدا کا حکم مان لیں۔ مگر بھائی خدا ہوتا تو وہ ان مولویوں کو سب سے پہلے حکومت سونپ دیتا۔ اور یہ جاہلوں اور احمقوں کے چندے اور خیرات پر نہ پلتے ہوتے"!

مجھے یہ دیکھ کر حیرانی ہوئی کہ کل تک یہی لڑکا جماعت اسلامی کا حامی تھا۔ سارے محلے سے قربانی کی کھالیں جمع کر کے انکو پہنچاتا تھا۔ اور مولویوں کے پیچھے بھاگا بھاگا پھرتا تھا۔ اب یہ قلب ماہیت کیسی۔ کالج کی چند روزہ ہوا نے اس کی کایا ہی پلٹ دی۔

ہمارے لڑکے مدرسوں سے نکل کر کالج پہنچتے ہیں تو خود کو ایک نئی دنیا میں محسوس کرتے ہیں۔ اور اس نئے معاشرے میں اپنا مقام پیدا کرنے کے لئے جب آپس میں مختلف نظریات حیات پر تبادلۂ خیال کرتے ہیں۔ تو انہیں وہی نظریہ زیادہ جاذب نظر معلوم ہوتا ہے جس میں آزادی مساوات اور ایک روشن مستقبل کے وعدے ہوں۔ اور ظاہر ہے کہ ان باتوں کا چرچا سوشلزم کے سوا کسی تحریک میں نہیں ملتا۔ اسلئے وہ فوراً اس

اس سے مسحور ہو جاتے ہیں۔

اور غور سے دیکھئے تو معلوم ہو گا کہ ایک نو آزاد معاشرے کو نئے خیالات نئے نظریوں اور نئے اصول زندگی درآمد کرنے سے روکا بھی نہیں جا سکتا۔ خاص کر ایسے حالات میں جب حکومت خود بدیسی قوانین کے بھروسے پر چل رہی ہو۔ عوام بدیسی امداد پر جیتے ہیں اور ہدایت کے لئے پورب پچھم دیکھتے ہوں۔ اور جس سے پوچھو یہی کہتا ہو۔

چلتا ہوں تھوڑی دور ہر اک تیز رو کے ساتھ
پہچانتا نہیں ہوں ابھی راہبر کو میں

اب اگر خود میرا بیٹا خدا کے وجود سے انکار کر دے تو یہ قصور اس کا ہے یا میرا یا ہمارے معاشرے کا جو دو قومی نظریہ کا ڈھونگ رچا کر ایک اسلام کا ڈھول پیٹتا رہا اور عوام کو دھوکا دیتا رہا۔ جب یہاں کئی طرح کے اسلام تھے۔ جنہیں مسلمہ اسلامی فرقے کہا جاتا ہے۔ اور جنکے عقائد کے ساتھ خدا بھی الگ ہوتے ہیں۔ جیسے کئی لاکھ خوجوں کے خدا حق مولانا حاضر امام آغا خان ہیں۔ بوہروں کے حاضر امام سیدنا طاہر سیف الدین کے صاحبزادے اور شیعوں کے صاحب العصر امام غائب جو عراق کے کسی چشمے میں روپوش ہیں اور اسلامی جماعت خانے کے خدا مودودی صاحب ہیں۔ تو جمعیتی جماعت خانے کے خدا اوکاڑوی صاحب۔ ان زندہ خداؤں کے علاوہ ہندوستان سے آنیوالے اپنے مردہ خداؤں کو بھی ساتھ لائے جن کے عرس میلے۔ کڑھائی اور نیازیں ہوتی رہتی ہیں۔ پھر یہاں شہیدوں اماموں اور بزرگوں کی قبریں دریافت کر لی گئیں اور انہیں پوجا جانے لگا۔ اب سنا ہے۔ بی بی فاطمہ کی قبر سے مٹی کھود کر لائی گئی ہے اور اسکا مقبرہ کراچی میں بنایا جا رہا ہے۔ جیسے یہاں ایسے آستانوں

کی کوئی کمی تھی۔ داتا دربار۔ پاک پٹن۔ دیول شریف۔ منگھو پیر۔ بوری پیر مست قلندر اور کھوتے دی قبر کافی نہ تھیں۔

ہمارے بچے اسلام کے بارے میں کس سے سیکھتے جب غریب جہلا روٹی کپڑے اور مکان کی فکر میں رہے اور امیر اور دانشور حصول اقتدار کے چکر میں۔ چنانچہ انہوں نے وہی سیکھا جو آنکھوں سے دیکھا اور اگر اتنے بہت سے خداؤں کو دیکھ کر گھبرا گئے تو اس میں کیا خرابی ہے۔ حضرت ابراہیم نے بھی ایسے ہی ماحول میں آنکھ کھولی اور دیکھا۔ لوگ مٹی اور پتھر کے خدا بناتے اور انکو پوجتے ہیں۔ تو چیخ پڑے۔ انی بری مما تشرکون۔ میں تمہارے خداؤں سے بیزار ہوں۔ پھر خدا کی تلاش میں نکلے تو سورج چاند اور ستاروں کو رد کر دیا۔ وہ ڈوبنے والے اور چھپ جانیوالے تھے۔ ان کا کام صرف طلوع ہونا اور غروب ہو جانا ہے۔ اور اتنا سوچنے سے انکو پتہ چل گیا۔ کہ میرا خدا وہی ہے جو سورج کو مشرق سے نکالتا اور مغرب میں غروب کر دیتا ہے۔ اور اپنے راستے سے ہٹنے نہیں دیتا۔ اور یہ بات اُسی وقت سمجھ میں آتی ہے۔ جب انسان میں پہلے خداؤں سے انکار کرنے کی جرأت پیدا ہو جائے۔ ہمارا کلمہ لا الہ الا اللہ بھی یہی بتلاتا ہے کہ پہلے جھوٹے خداؤں سے انکار کر دو پھر اپنے پیدا کرنیوالے اور پالنے والے کی عظمت بیان کرو۔ اور اسی کے گن گاؤ۔ چنانچہ علامہ اقبال نے بھی اسے محسوس کر کے کہا تھا ؎

تا نہ رمز لا الہ آید بدست
بند غیر اللہ را نتوان شکست

پیش غیر اللہ لا گفتن حیات
تازہ از ہنگامۂ او کائنات

ہر کہ اندر دستِ او شمشیر لاست
جملہ موجودات را فرماں رواست

مگر الطاف حسین حالی نے جو خود شیعہ سے سُنی ہوئے تھے ایک اور دلچسپ بات بتلائی جو ہمارے بیٹوں کی تائید کرتی ہے۔ وہ کہتے ہیں۔

اک گور پرست[1] نے دہری[2] سے کہا
ہوگا نہ شقی کوئی جہاں میں تجھ سا

دہری نے کہا کہ کیا خدا کا منکر۔
اس سے بھی گیا کہ جس کے لاکھوں ہوں خدا

اس کے بعد مسلمانوں کی گمراہی کا شکوہ کیا اور کہا ہے

نبی کو جو چاہیں خدا کر دکھائیں۔ اماموں کا رتبہ نبی سے بڑھائیں
مزاروں پہ دن رات نذریں چڑھائیں شہیدوں سے جا جا کے مانگیں دعائیں
نہ توحید میں کچھ خلل اس سے آئے
نہ اسلام بگڑے نہ ایمان جائے

کاش مسلمان اپنا قرآن پڑھتے اور اپنے پیدا کرنے والے کا یہ پیغام اپنی آنکھوں سے دیکھتے۔ فرماتا ہے۔

"فاذکرونی اذکرکم واشکروا لی ولا تکفرون۔
اے میرے بندو۔ مجھے یاد کیا کرو۔ تا کہ میں بھی تمہیں یاد رکھوں اور میری نعمتوں کا شکر ادا کرتے رہو اور نافرمانی نہ کرو۔"
پھر دیکھو میں کیسے نوازتا ہوں۔ مگر یہ اللہ کے بندے مانگتا ہوتا ہے۔ تو

---

[1] گور پرست = مردہ بزرگوں کو پوجنے والا
[2] دہری = دہریہ جو خدا کو نہ مانے۔

اجمیر بغداد اور دلی جاتے ہیں یا کربلا و نجف اور محلے کی مسجد یا اپنے گھر کے برابر کسی کونے میں بیٹھ کر اپنے پیدا کرنیوالے سے مانگنے کی کوشش نہیں کرتے کیونکہ ناشکرے اور مشرک ہیں

نظریۂ پاکستان

دوسری جنگ عظیم کے بعد برطانیہ عظمیٰ کا سورج غروب ہونے لگا۔ اور دور دور تک پھیلی ہوئی نوآبادیات پر اسکی گرفت کمزور ہو گئی۔ تو قائداعظم محمد علی جناح کی رہبری میں دس کروڑ مسلمانان ہند نے مطالبہ کیا کہ انہیں تیس کروڑ ہندوؤں کی اکثریت کے رحم و کرم پہ نہ چھوڑا جائے بلکہ انکی ایک علیحدہ ریاست بنادی جائے۔ جہاں وہ اسلامی طریقے پر زندگی بسر کر سکیں۔

اور یہ مطالبہ منظور ہو گیا۔ تو دنیا کے نقشے پر ہندوستان کے مشرق و مغرب میں دو سبز دھبوں کی شکل میں پاکستان وجود میں آگیا۔ یہ بارہ کروڑ امن پسند مسلمانوں کا وطن ہے جو ہندوؤں سے رات دن کے جھگڑے پسند نہ کر کے الگ ہو گئے تھے۔ البتہ چھ کروڑ مسلمانوں کو جوان کے ساتھ لے کے رہیں گے۔ پاکستان اور ,,پاکستان زندہ باد کے نعرے لگاتے اور ناچتے رہے تھے۔ ہندوؤں کے سپرد کر دیا ہے۔ جن میں سے سنا ہے کہ ابھی تک صرف پندرہ لاکھ مارے جا چکے ہیں باقی اپنے کیفر کردار کے منتظر ہیں۔

اسلام کا دم بھرنے والے۔

۱۹۴۷ء کی ایک حسین صبح کو دس کروڑ مسلمان سو کر اٹھے تو معلوم ہوا!

کہ وہ انگریزوں کی سو سالہ غلامی سے آزاد ہیں۔ انکو اپنا ملک اپنا وطن اور اپنی حکومت مل گئی ہے۔ بلکہ وہ اپنی قسمتوں کے بھی مالک بن چکے ہیں۔ اور موقعہ ہے کہ ہر شخص قسمت آزمائی شروع کر دے۔

چنانچہ وزارتیں سفارتیں تقسیم ہونے لگیں۔ گورنریاں۔ کمشنریاں انعام کے طور پر دی گئیں اور ملوں۔ فیکٹریوں۔ لائسنسوں۔ مکانوں۔ دوکانوں کی تقسیم شروع ہوئی اور ملازمتوں کے دروازے کھل گئے تو چھینا جھپٹی مچ گئی۔ اور اسلام کے نام پر اسلامی مملکت حاصل کرنیوالے دین کو بھول کر دنیا سمیٹنے لگے حکومت کرنیکا سلیقہ سیکھنا پڑا تو بدیسی آقاؤں سے سیکھا اور اسلامی قانون نافذ کرنے کی ضرورت ہوئی تو انگریزی قانون کو اپنا لیا۔ ہمارے گورنر جنرل صاحب لارڈ ماؤنٹ بیٹن کی طرح گھوڑے گاڑی میں بیٹھ کر اپنی رعایا سے سلامی لینے نکلے اور وزیر اعظم صاحب نے اپنے لئے نمبر ۱۰ پسند فرمایا کیونکہ وزیر اعظم برطانیہ کی رہائش گاہ بھی نمبر ۱۰ کہلاتی ہے۔ لیکن بہت دن نہیں گذرے تھے کہ گورنر جنرل صاحب کو اعتراف کرنا پڑا کہ انکی جیب میں صرف کھوٹے سکے تھے۔

اور وزیر اعظم صاحب کو پتہ چل گیا کہ جمہوریت یعنی عوام کی حکومت عوام کے ذریعے عوام پر چلانے کے لئے جن اخلاقی بلندیوں کی ضرورت ہوتی ہے وہ ہماری نو آزاد قوم میں موجود نہ تھیں۔ یعنی ایثار۔ حب الوطنی خدمت خلق کا بے لوث جذبہ اور فراخدلی ہماری سو سالہ غلامی نے ہمارے کردار سے خارج کر دی تھی۔ اور قائد اعظم کے کھوٹے سکوں نے ثابت کر دیا کہ یہ محض غلاموں کی غلاموں کے ذریعہ غلاموں پر حکومت تھی۔ جس میں ہر فرد صرف اپنی ہی جیبیں بھرنے اور آقاؤں کے زمرے میں شامل ہو جانے کی فکر

ہیں لگ گیا جس کے جو ہاتھ آیا لے بھاگا۔ دوسروں کے منہ کی بوٹی چھین کھانے میں بھی شرم باقی نہ رہی۔ پھر جیسے حصول مقصد میں کوئی رکاوٹ پیش آئی وہ بغاوت پر آمادہ ہو گیا اور اپنی الگ پارٹی بنا کر بیٹھ گیا۔

وزیر اعظم صاحب کو اپنی کرسی سنبھالنے کے لئے کھرے سکوں کی ضرورت ہوئی تو ایسے سکے انتخاب فرمائے جو انکی جگہ ایک لولے لنگڑے اپاہج اور ماؤف دماغ کو بٹھا کر بھی کام چلا سکتے تھے۔

اس طرح جمہوریت غلاماں کا تیا پانچہ ہو گیا اور جمہوریت غاصباں و غداراں وجود میں آ گئی جسے لیاقت علی کے معتمد خصوصی صاحب زیادہ دن برداشت نہ کر سکے۔ اور انہوں نے حکومت کو اپنے ہاتھ میں لے لینا ہی مناسب سمجھا اور اس کارروائی کا نام انقلاب بے خون رکھا۔

پھر اس انقلاب کا عشرہ منایا گیا تو ہمیں شام غریباں اور چہلم دیکھنے کی بھی امید پیدا ہو گئی۔ مگر صرف ..... اتنا دیکھنے میں آیا کہ

رن میں دلاور بھاگ رہا ہے۔

اور بچے بوڑھے تالیاں بجا رہے ہیں جوان گالیاں دے رہے ہیں پاکستانی بھی عجیب قوم ہیں۔

انقلاب کسے کہتے ہیں

یہ سچ ہے کہ ہندو پاک کی تقسیم صرف دو قوموں کی آزادی تک محدود نہیں۔ رہی مسلمانوں کو اسکی قیمت ادا کرنی پڑی۔ یہاں ان ہزاروں شریف خاندانوں اور خوشحال گھرانوں کا جو پاکستان آ کر مفلس اور کنگال ہو گئے اور اتنے ہی بے مایہ اور کم حیثیت لوگ جو بام عروج پر پہونچ گئے، تذکرہ لاحاصل ہے

کہ انقلاب میں یہی ہوتا ہے۔ اور انقلاب لانا انسان کا کام نہیں۔ انقلاب لانے والا کوئی اور ہے وہ جب انقلاب لاتا ہے تو انسانی اقدار کو الٹ پلٹ کر رکھ دیتا ہے۔ کبھی اس سے معاشرے کی گندگی صاف ہو جاتی ہے اور کبھی یہ گندگی بڑھ بھی جاتی ہے یعنی جب بے آئین اور جرائم پیشہ لوگ قانون ساز بن جائیں اور قانون کے محافظ جرائم کا ارتکاب کرنے لگیں تو یقین کر لینا چاہیئے۔ یہ سب کسی نئے انقلاب کا پیش خیمہ ہے اور ایسے میں کسی خود غرض اور حریص فوجی یا سول افسر کا اپنے دوستوں اور ساتھیوں کو دھوکے سے ہٹا کر حکومت پر قبضہ کر لینا۔ انقلاب نہیں غداری کہلاتا ہے یا آپ اسے بغاوت کہہ لیں۔ مگر اس سے کوئی دیرپا اثرات مرتب نہیں ہوتے۔ بلکہ ملک بدامنی اور بے چینی کا شکار ہو جاتا ہے۔ اور خانہ جنگی کے امکانات پیدا ہو جاتے ہیں۔ جیسے آجکل ہم دیکھ رہے ہیں۔

مگر اصلی انقلاب تو وہ تھا کہ جو ۱۸۵۷ء میں واقع ہوا جب ساری دنیا میں مسلمانوں کی حکومتیں ختم ہو گئیں اور مسلمان سو سال کے لئے انگریزوں کے غلام بن گئے۔ اس انقلاب میں جزیرۂ برطانیہ کے مٹھی بھر تاجروں نے کتنے مسلمان مارے اور کتنی مسلمان عورتوں کی عصمت لوٹی یہ ہمیں معلوم نہ ہو سکا۔ اور شاید اس کا جاننا ضروری بھی نہیں کیونکہ کرید سے تو معلوم ہو گا کہ یہ ہمارے ہی صادق و جعفر تھے جنہوں نے انگریزوں سے مل کر اپنے بھائیوں کو غلام بنایا۔ پھر خود بھی غلام بن گئے۔

انگریزی فوج میں ہندوؤں اور سکھوں کے ساتھ مسلمان بھی تھے۔ جنہوں نے مسلمان امرا اور بادشاہوں کے محلات لوٹے اور انکے وفاداروں کو قتل کیا جس کے بارے میں ہمارا قرآن حکیم کہتا ہے۔

ماکان ربک لیہلک القری بظلم واھلہا مصلحون - یعنی تمہارا پروردگار ایسا نہیں کہ بستیوں کو ظلم سے تباہ کر دے جبکہ وہاں کے باشندے نیکوکار ہوں۔ ۱۱۷- ہود

پھر دوسرا انقلاب سو سال بعد ۱۹۴۷ء میں آیا تاکہ مسلمان جو صدیوں سے ہندوؤں کا ساتھ گھل مل کر اپنی انفرادیت بھول چکے تھے۔ بلکہ ہندو معاشرے کو قبول کر چکے تھے محسوس کر سکیں کہ اسلام ان سے ایک مختلف بلکہ بہتر زندگی گذارنے کی توقع رکھتا ہے۔

چنانچہ ایک خاص علاقے میں آبادی کا تبادلہ ہوا اور دس لاکھ مسلمان حشرات الارض کی طرح ہندوؤں کے ہاتھوں موت کے گھاٹ اتر گئے اور کوئی مدافعت نہ کر سکا۔ انکی پچاس ہزار عورتیں ہندوؤں اور سکھوں کے ہاتھ چڑھیں - اور ہم چپ رہے کہ ہماری دس کروڑ آبادی میں دس لاکھ جانوں کا ضیاع صرف ایک فیصد بنتا ہے۔ اتنے افراد تو ہمارے جیسے بڑے ملک میں حادثات کا شکار ہو سکتے ہیں۔ اس میں انقلاب کی کیا بات ہے۔ چلو ہمارے بچوں کو فخر کر لینے دو کہ جنکی خاطر قربانی لاکھوں جان دی - یا پھر ہمارے نوجوان اپنے بچوں کو فخریہ سنائیں گے کہ ہم نے دس لاکھ شہیدوں سے اپنے ملک کی بنیادیں مضبوط کی ہیں - اور پچاس ہزار عورتوں کا اغوا کیا مال ہے - جب اتنے ہی بچے اور عورتیں ہم خود دس سال میں اغوا کر کے مشرقِ وسطیٰ میں بیچ ڈالتے ہیں - اور زرِ مبادلہ کما لیتے ہیں۔ [1]

پھر ہمیں سکھوں سے کیا بیر جب وہ ان عورتوں کا بدلے اپنی لاکھوں

---

[1] ایک اخباری خبر پاکستان سے چالیس ہزار بچے اور عورتیں گذشتہ دس سال میں اغوا ہو کر مشرقِ وسطیٰ میں فروخت ہوئے۔

کی جانب راہ چھوڑ گئے۔ غالباً اسی لئے جب وہ آتے ہیں ہم انکو ہار پھول پہناتے ہیں۔ رسمی پیش کرتے ہیں۔ اور ان کے گردوارے سجا کر رکھتے ہیں۔ جی ہاں آپ جانئے رشتہ جو نازک ہے۔

آجکل وہ زمانہ تو نہیں کہ دس مسلمان عورتیں سندھ کے راجہ نے اغوا کر لیں تو خلیفہ اسلام تڑپ گیا اور گورنر بصرہ کو حکم دیا کہ اسلامی فوجیں بھیج دو اور عورتوں کو بازیاب کرو۔ مگر اللہ تعالےٰ نے اپنی کتاب میں ایک قانون فطرت کا ذکر فرمایا ہے۔

وماظلمنٰھم ولٰکن ظلموا انفسھم الخ۔ ۱۰۱ اور ۱۰۲ سورہ ہود یعنی۔
ہم نے ان لوگوں پر ظلم نہیں کیا بلکہ انہوں نے خود اپنے اوپر ظلم کیا ہے۔ اور جب تمہارے پروردگار کا حکم آپہنچا تو جن معبودوں کو وہ خدا کے ساتھ پکارا کرتے تھے وہ ان کے کچھ بھی کام نہ آئے۔ اور تباہی سے بچانے کے لئے کچھ نہ کر سکے۔ اور تمہارا پروردگار جب نافرمان بستیوں کو پکڑتا ہے تو اس کی پکڑ اسی طرح کی ہوتی ہے۔ بیشک اسکی پکڑ دکھ دینے والی اور سخت ہے۔"

یعنی عذاب الٰہی صرف نافرمانوں اور مشرکوں کی بستیوں میں آتا ہے اور جب وہ آجاتا ہے تو نہ نظام الدین اولیا بچا پاتے ہیں نہ خواجہ بندہ نواز اور نہ داتا جی انکی مدد کو جاتے ہیں نہ مولائے کائنات اور مشکل کشا وہاں پہنچتے ہیں۔

گویا اللہ تعالےٰ صرف نام کے مسلمانوں کو اپنے مقبول بندوں میں شمار نہیں کرتا اور انہیں کافروں کے ہاتھوں قتل کروا دیتا ہے۔

شوکت اسلام

پاکستان بنے ابھی پچیس سال بھی نہیں گذرے

تھے۔ کہ یہاں اسلام رنگ لانے لگا۔

مشرقی پاکستان سے شور اٹھا۔ جے بنگلہ۔ بنگالی جاگو۔ گھیرو۔ جلاؤ۔ مارو بہاری اور پنجابی کو نکال دو۔ بنگالی ہندو وار دو وان مسلمان سے بہتر ہے یہ ہر بنگالی مسلمان کے دل کی آواز ہے۔

اور سندھ نے پکارا "جیئے سندھ"، ہم راجہ داہر کی اولاد ہیں۔ محمد بن قاسم ایک لیٹرا تھا۔ اس کے نام لیواؤں کو ملک سے نکال دو۔ یہ ایک سید زادے کی آواز ہے۔

ہمارے سرحدی بھائی مہاتما گاندھی کے زمانے سے پختونستان کی رٹ لگائے ہوئے تھے ہی کہ پنجابیوں نے بھی اپنی مظلومیت کے راگ الاپنا شروع کر دیے اور اپنے لئے تحفظات مانگنے لگے انکے ساتھ شیعہ بھائیوں نے مطالبہ کر دیا کہ انہیں پاکستان کی سب سے بڑی اقلیت قرار دیا جائے اور انکی تمنا صرف اس قدر ہے۔ کہ انہیں دل بھر کے عزاداری کر لینے دی جائے۔ یعنی ہر گلی کوچے میں اسلام کا ماتم کرنے کی آزادی دیدی جائے

مگر ان سب سے زیادہ دلچسپ نعرہ ہندوستان سے آئے ہوئے مسلمانوں کے گڑھ کراچی سے بلند ہوا۔ جہاں بڑے بڑے علماء دین مقدس اور مقطع صورتیں بنائے۔ مولانے پھرتے ہیں۔ اور گذشتہ بیس سال سے اسلام کا نام روشن کر رہے ہیں۔ بلکہ بیرون ملک جاکر بھی اپنا اسلام دوسروں کو سکھلاتے رہتے ہیں۔ آپ مسجدوں۔ مزاروں، خانقاہوں اور امام باڑوں میں مجلیس میلاد اور گیارھویں شریف کے جلسے منعقد فرماکر اسلام کا پیغام گھر گھر پہنچاتے رہے ہیں اور شاید اسی تبلیغ کا اثر ہے کہ قائد اعظم کے مزار پر لاکھوں کے مجمع میں ایک نعرہ بلند ہوا۔

ہم مراد۔ اردو بولنے والوں کو

اسلام مردہ باد۔

اتفاق سے ہم بھی وہاں ایئر مارشل اصغر خان کو دیکھنے کے لئے پہونچ گئے تھے۔ یہ نعرہ سنکر جی خوش ہو گیا۔ ملاؤں کی کوششیں کامیاب ہو رہی تھیں۔

کراچی کے اخباروں نے جنہوں اس نعرہ پر جو تبصرے کئے اور اسے جتنا اچھالا اسے پڑھکر ساری دنیا حیران رہ گئی ہوگی۔ یہ نعرہ بارہ کروڑ مسلمانوں کے ملک سے بلند ہوا تھا اور ان مسلمانوں کے سپوتوں نے بلند کیا تھا۔ جو ہندوستان چھوڑ کر پاکستان میں اسلام کا نام روشن کرنے اور اسلامی زندگی گذارنے آئے تھے۔ یعنی مہاجرین کے نونہالوں نے۔

اب ملاؤں کے حلقوں میں کھلبلی مچ گئی۔ سب تیغے جھاڑ کر اسلام کو بچانے کھڑے ہو گئے۔ مگر مرغ خوردوں کے گلوں سے نکلنے والی آوازیں مرغوں کی بانگ سے زیادہ موثر نہ ہو سکیں۔

کسی نے کہا فلاں مولوی کافر ہے

دوسرے نے کہا فلاں خود کافر ہے

تیسرے نے کہا تینوں مُلا کافر ہیں۔

چوتھے نے فرمایا کہ یہاں تیس ہزار خدائی فوجدار کافر ہیں۔ اور عوام حیران ہیں۔ کہ کیا ہو رہا ہے اور کیا ہو گا جب یہ سب کافر مل کر ملک میں اپنی اسلامی جمہوریت نافذ فرمائیں گے۔

مجھے یاد آیا کہ آج سے بیس سال پہلے ایک مولوی کی اثر انگیز شخصیت کو دیکھ کر مرحوم لیاقت علی خان نے کہا تھا۔ مولانا آپ پاکستانی مسلمانوں کو مسلمان بنایئے اور انہیں ایک دین پر جمع کرنیکی کوشش کیجئے۔

مولوی صاحب نے فرمایا کہ سبحان اللہ۔ تم معاشرے میں گندگی پھیلاؤ۔ اور ہم اسے صاف کریں۔ ہم اس نالی کو بند کرنا چاہتے ہیں۔ جہاں سے یہ گندگی نکل رہی ہے۔"

اور آج بیس سال بعد مولوی صاحب گلے گلے گندگی میں لت پت ہیں۔ نہ وہ نالی بند کر سکے نہ اسے صاف کرنیکی فکر کی۔

کاش آپ وہ نالی صاف کرتے رہتے اور لوگوں کو صحیح اسلام بتلانے کی جسارت کر ڈالتے تو آج اتنے قسم کے اسلام کیوں ابھرتے۔ اگر آپ ہمارے بچوں کے لئے اپنے صحیح اسلام پر چند دینیات کی کتابیں لکھ کر انہیں درس میں شامل کروانے کی کوشش کرتے یا ائمہ مسجد کو چھوٹے چھوٹے اردو خطبات جمعہ لکھ کر دیتے جو وہ مساجد میں سناتے رہتے تو لوگ آج اسلامی جمہوریت۔ اسلامی سوشلزم اور اسلامی کفر کے چکر میں کیوں پڑتے۔ مگر آپکو تو اپنا الو سیدھا کرنا تھا۔ آپکی بلا سے مسلمان گمراہ ہوں۔ یا جہنم رسید ہو جائیں۔ آپکو حصول اقتدار کی دھن سے فراغت نہیں۔

ذمہ دار کون ہے

میرا لڑکا دس برس کا ہوا۔ تو میں نے اسے نماز سکھائی اور حکم دیا کہ مسجد میں جاکر نماز پڑھا کرے۔

ایک دن وہ روتا ہوا آیا اور کہا میں اب کبھی مسجد نہ جاؤں گا۔ پوچھا کیا ہوا۔ تو کہنے لگا۔

آپکی مسجدوں میں داڑھی والے بڈھے دیر سے آتے ہیں۔ اور

لڑکوں کو صفوں سے نکال کر خود کھڑے ہو جاتے ہیں۔ پھر لڑکے صفوں کے بیچ میں کتوں کی طرح بھگائے جاتے ہیں جیسے وہ نجس ہوں اور انہیں مسجد کے صحن میں دھوپ میں جگہ ملتی ہے اور بعض کو جگہ نہیں ملتی۔

اگر آپکی مسجدیں صرف بڈھوں اور جوانوں کے لئے ہیں تو لڑکوں کو وہاں جانیکی کیا ضرورت ہے۔

میں نے مولوی صاحب سے پوچھا کہ مسلمان بچوں کو جن پر آپ کہتے ہیں۔ دس برس میں نماز فرض ہو جاتی ہے۔ صفوں سے کیوں نکالا جاتا ہے۔

فرمانے لگے نوخیزوں کے جماعت میں شامل ہو جانے سے بڑوں کی نماز خراب ہو جاتی ہے۔

میں نے پوچھا اس کے جواز میں کسی حدیث یا آیت قرآنی کی نشاندھی فرمایئے۔

فرمایا یہ محض ایک احتیاط ہے۔

اور میں اس احتیاط کے معنی سمجھ گیا کہ ہمارے بدبخت نمازی بھی ذہنی عیاشی کے مریض ہوتے ہیں۔ جب کوئی نوخیز لڑکا ان کے شانے سے شانہ ملا کر کھڑا ہو جاتا ہے تو یہ خدا کو بھول جاتے ہیں۔ اور ان پر شیطان سوار ہو جاتا ہے۔ اس لئے مولوی صاحبان کو احتیاط ملحوظ رکھنی پڑتی ہے۔

سبحان اللہ کیا اسلام ہے۔ آپ کا اور آپ کیسے اچھے مسلمان ہیں کہ آپکی بدنیتی کے ڈر سے مسلمان عورتیں مساجد میں قدم نہیں رکھ سکتیں بچوں اور لڑکوں کے آنے سے آپ کی اپنی نماز بھی زائل ہو جاتی ہے۔

کافر اور غیر مسلم آپکی مسجد میں آ نہیں سکتے۔ اور آ ہیں تو کیا خاک سیکھیں جہاں ملا صاحبان خطبہ جمعہ میں بھی اپنے عربی جنتر منتر گا کر سناتے ہیں۔ جنہیں نہ خود سمجھتے ہیں نہ ان کے نمازی جانتے ہیں کہ کیا بکا جا رہا ہے۔ البتہ اعتقاد ہے کہ اس سے چھا جوں ثواب مل جاتا ہے۔ اور وہ گناہوں کو بخشوانے کے کام آتا ہے۔

مگر ہمارے نوجوانوں اور معصوم بچوں کو ان بداعمالیوں کے توڑ والے جنتر منتر سے کیا لینا ہے۔ انہیں اسلام کی تلاش ہے تو وہ مسجد وں میں دستیاب نہیں۔ آپکی مسجدیں صرف گناہ بخشوانے اور ثواب کمانے کے اڈے ہیں۔ جہاں لوگ بڑھاپے میں عمر بھر کی بداعمالیوں اور بدکاریوں کو معاف کرانے جاتے ہیں۔

کاش آپ جانتے کہ خطبہ کا مقصد پند و نصیحت ہے۔ یعنی حالات حاضرہ کے مطابق ضروریات دین اور اسلام کی اہمیت سمجھانا اور لوگوں کو بے راہ روی سے روکنا۔ اقبال نے سچ کہا تھا ؎

شکل میں تم ہو نصاریٰ تو عقاید میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

مسلمانوں کی گمراہی

یقیناً علامہ اقبال نے مسلمانوں کا حال دیکھنے کے بعد ہی یہ فیصلہ کیا ہوگا کہ وہ عقائد میں ہنود جیسے ہیں۔ اور ہونا بھی چاہیئے تھا۔ کہ صدیوں کے اختلاط اور میل جول کے اثرات معاشرے پر پڑے بغیر نہیں رہتے۔ خاص کر ایسی صورت میں کہ جنکے خون میں باپ کی طرف سے نہ ہو تو ماں

کی طرف سے ہندو اثرات شامل ہوتے رہتے ہیں۔ وہ ہندو اثرات سے کیسے محفوظ رہ سکتا ہے۔

چنانچہ ہندوستان میں اگر ہندوؤں کے یہاں رام لچھمن سیتا کرشن گوپال۔ ہنومان (بندر) گنیش (ہاتھی) اور لکشمی کی تصویریں لٹکی ہوتی تھیں۔ تو مسلمانوں کے گھروں میں شیرِ خدا (حیدر) گھوڑے خدا دُلدل و بُراق) وارث علی شاہ تاج الدین بابا۔ غوث اعظم یا خواجہ اجمیر کی تصویریں ملتی تھیں۔ اور جو تصویر رکھنا مناسب نہ سمجھتے وہ روضے اور مقبرے یا تعزیے اور پنجے رکھ کر یہ کمی پوری کر لیتے تھے۔ اور جب ہندو گاتا تھا ؎

متھرا کو جانے والے میرا سندیس لے جا

تو ادھر تان اڑتی تھی ؎

یثرب کو جانے والے میرا سلام لے جا۔

پھر ہندو دسہرہ کا تیوہار دس دن تک مناتے تھے جس میں رام لچھمن ہیرو اور راون ولین کا پارٹ ادا کرتا تھا تو مسلمانوں نے دس دن کا محرم ایجاد کر لیا جس کے ہیرو حسن حسین بنے اور ولین یزید ہو گیا۔ اور مقابلہ ہونے لگا۔ دسہرہ اگر میسور کا شاندار تھا تو محرم لکھنؤ کا دیکھنے کے قابل ہوتا تھا۔ اور اب پاکستان میں دسہرہ مشرقی پاکستان کا شاندار ہوتا ہے اور محرم کراچی کا اس سے بار رہتا ہے۔

اب ہمارے مسلمان بھائیوں کا عقیدہ ہے کہ ہندوؤں کے خدا مر چکے ہیں وہ کسی کو کچھ نہیں دے سکتے۔ البتہ ہمارے پیر پیغمبر شہید اولیا مجذوب و مجنون بزرگ سب کے سب زندہ ہیں اور اپنی اپنی

قبر کے گڑھوں میں بند قیامت تک پوچھنے کے لئے محفوظ ہیں وہ ذہن سے پیٹے لیٹے تصرف فرماتے رہتے ہیں اور دنیا کا کاروبار سنبھالتے ہیں۔

انکے لئے صبح و شام جنت سے کھانا آتا ہے اور مٹی کے ڈھیر تلے وہ عیش مہیا ہیں جو زندگی میں نصیب نہ ہوئے تھے۔ مگر یہ نہیں سوچتے کہ کھاتے ہوں گے تو حاجت بھی کرتے ہونگے۔ اسے روز نہیں تو سال دو سال میں صاف کرنا ضرور تھا۔ یا ایک کروٹ لیٹے لیٹے تھک گئے ہوں منہ ہاتھ گندے ہو گئے ہوں۔ وضو کی ضرورت ہو۔ کفن پھٹ گیا ہو، یا گل سڑ گیا ہو تو ان باتوں کی فکر بھی کرنا چاہیئے۔

مگر نہ مجاوروں کو خیال آتا ہے اور نہ پجاریوں کو اس کا دھیان ہے بس اوپر سے چادریں چڑھاتے اور منتیں مانگتے اور سفارشیں کرواتے اور قبروں کا چڑھاوا کھاتے کھلاتے رہتے ہیں۔ جیسے یہی انکی رزاق و ستار ہے مگر قرآن حکیم فرماتا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۱۹۴ - اعراف یعنی اے مشرکو جن سے تم اللہ کو چھوڑ کر دعا مانگتے ہو وہ بھی تمہاری طرح سے ہمارے بندے تھے (جو مر گئے) اچھا تو انکو پکارو۔ اگر سچے ہو تو ان کو چاہیئے کہ تمہیں جواب بھی دیں۔،،

مگر مردے جواب کیا دیں گے۔ انکی ہڈیاں بھی گل سڑ چکیں۔ وہ سن سکتے ہیں نہ بول سکتے ہیں۔ نہ اپنے لئے کچھ کر سکتے ہیں۔ نہ دوسروں کا برا بھلا سمجھ سکتے ہیں۔ کیونکہ روح نکل جائے تو جسم مٹی کا ڈھیر بن جاتا ہے اور مٹی میں مل جاتا ہے۔ نہ ملے تو سمجھو جیسے مٹی نے قبول نہ کیا

وہ ضرورت بدبخت تھا۔

چنانچہ رسول مقبول ؐ کے لئے بھی کہا گیا ہے۔

وما جعلنا لبشر من قبلک الخلد افائن مت فھم الخالدون۔ یعنی اے محمد ہم نے تم سے پہلے بھی کسی کو بقاء دوام نہیں دی۔ اور اگر تم مر جاؤ گے تو کیا یہ لوگ ہمیشہ زندہ رہنے والے ہیں۔ ۳۴۔ انبیا

یعنی جب پیغمبروں اور رسول کی موت برحق ہے تو پیروں فقیروں کا زندہ رہنا کیا معنی اور مردوں کا بولنا یا سننا تو صرف کافروں کی خوش فہمی ہے۔ حقیقت تو یہ ہے جیسا کہ ہم نے اپنی کتاب ارمغان عجم میں سمجھایا ہے کہ ہندوستان میں اسلام پھیلانے والے عجمی پیران طریقت تھے جنہوں نے ایک ایسا اسلام ایجاد کیا تھا جو کئی خداؤں کو پوجنے والے کافروں کو بھی قابل قبول ہو اور توحید پرست مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے بھی کام آ کرے۔ جیسے رام لکشمن سیتا اور ہنومان کے پجاریوں کو اسلامی پنجتن پاک حسن حسین فاطمہ اور شیر خدا سے خوش کر دیا۔ تو توحید پرستوں کو ان بزرگوں کی پوجا سے لگا کر گمراہ کرنے کا فریضہ بھی ادا کر دیا۔

پھر ایک قرآنی آیت سے ان کے زندہ جاوید ہونے کا ثبوت دیا تو سارے علماء دین بھی گمراہ ہو گئے اور زبان نہ کھول سکے وہ آیت شریفہ یہ ہے۔ ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون ط۔ ۱۶۹۔ آل عمران یعنی جو لوگ اللہ کی خوشنودی کے لئے جہاد میں مارے جائیں انکو مردہ نہ سمجھو وہ اپنے اللہ کے پاس زندہ ہیں۔ اور اپنی ضروریات پاتے ہیں۔ اس میں سے آخری حصہ حذف کر کے بتلایا کہ انکو مردہ نہ سمجھو وہ زندہ ہیں اور اس سے مراد سارے انبیا۔ اولیاء

بزرگان دین - پیر فقیر سب ہیں - اور سب ہی اپنے پوجنے والوں کی دعا سنتے ہیں - اور اللہ سے سفارش کرتے ہیں - حالانکہ مضمون صاف ہے کہ صرف اللہ کی راہ میں شہید ہونے والے مجاہد اپنے اللہ کے پاس عیش و آرام کی حالت میں رہتے ہیں

علماء دین کی گمراہی

کسی مولوی سے کوئی مسئلہ پوچھئے جیسے پوچھا جائے کہ ہم دعا کرتے ہیں اور قرآنی آیت پڑھے - وَاَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ اور اس میں اللہ تعالےٰ کو مولانا کہتے ہیں - دوسری جگہ حکم ہے - اِنَّ اللّٰہَ مَوْلٰکُمْ یعنی اللہ ہی تمہارا مولا ہے - پھر آپ خود کو مولانا کیوں کہلواتے ہیں - کیا مسلمان کے لئے جائز ہے کہ وہ دنیاوی خداؤں کو اپنا مولا یا مولانا کہے - ،

فوراً جواب ملیگا - تم اپنی ناقص عقلوں کو مذہب کے معاملات میں دخیل نہ کرو - ہم جو کہتے ہیں اسے خدا اور رسول کا حکم جانو - علما رسول کے جانشین ہیں اور خدا کا قانون نافذ کرنے والے ہیں - ہمارے حکم سے سرتابی کرو گے - تو گمراہ ہو جاؤ گے - اور جہنم کا ایندھن بنو گے - جاؤ اور ہمیں مولانا ہی کہتے رہو -

حالانکہ ہمارا قرآن ایسے کسی وسیلے اور تقرب کی اجازت نہیں دیتا بلکہ حکم دیتا ہے کہ ہر بندہ اپنے پیدا کرنے والے سے بالراست رجوع کرے -

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے - اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ "یعنی اے میرے بندو

تم مجھ سے دعا مانگو میں تمہاری دعا قبول کرونگا۔" میں نے تمہیں اپنی قدرت سے پیدا کیا ہے۔ اور پال پوس کر بڑا ہونے کا موقع دیا ہے۔ اس میں ان فقیروں پیروں اور بزرگوں نے کوئی مدد نہیں کی تھی۔ پھر دعا کے لئے ان کا وسیلہ کیوں ڈھونڈتے ہو۔ میرے بندے ہو تو مجھ سے مانگو۔ میرے بندوں کے بندے بن کر میری توہین نہ کرو۔

تمہارا بچہ اگر کسی بھکاری یا بھنگی سے کچھ مانگ کر کھائے تو تمہیں غصہ آ جاتا ہے۔ مگر میری عظمت کو بٹہ لگاتے تمہیں شرم نہیں آتی کہ ایسوں کو پوجنے لگتے ہو جن کا مرتبہ تمہاری بارگاہ میں تمہارے بھکاری اور بھنگی کے برابر بھی نہیں ہوتا۔ کہ وہ تمہاری طرح انسان ہوتے ہیں مگر میری طرح کائنات کے پیدا کرنے والے اور میرے بندوں کو پالنے والے نہیں ہوتے۔ اچھا تو ٹھہرو۔ تم اور تمہارے سارے خدا جو اللہ کے سوا بنا رکھے ہیں۔ حصب جہنم ہونگے

عضب ہیں یہ مرشدان خود بیں خدا تری قوم کو بچائے
بگاڑ کر تیرے مسلموں کو یہ اپنی عزت بنا رہے ہیں

ہمارے ایک بڑے سید صاحب جو ہر دل ملک بھی مولانا بنے ہوئے ہیں۔ بیس سال سے دعوےٰ کر رہے تھے۔ کہ حکومت ان کے قبضے میں آجائے تو وہ کتاب و سنت کے مطابق قوانین نافذ فرمادیں گے اور پاکستان کو ایک مثالی اسلامی حکومت بنادیں گے۔

مگر ایک دوسرے سید صاحب نے اپنی پریس کانفرنس میں فرمایا۔

• ہمارے نزدیک کتاب وسنت کے معنی جدا ہیں۔ ہم آئین ساز اسمبلی میں اپنے حقوق منوانے کے لئے اپنے فرقے کے ارکان بھیجیں گے۔ کیونکہ دوسرے ممبر تو ایسے نعرے لگا رہے ہیں جنکا

مقصد ملک کو سنی مملکت بنانا ہے (سید اظہر حسین زیدی حریت مورخہ ۸ راگست ۱۹۷۰ء)

تو سید اعلیٰ نے پینترا بدلا اور فرمانے لگے۔

"ہمارے نزدیک صدر مملکت کا مسلمان ہونا کافی ہے خواہ وہ کسی اسلامی فرقے سے تعلق رکھتا ہو اور شیعہ بھی ایک مسلّمہ اسلامی فرقہ ہیں۔

ہماری جماعت نہ مزار توڑیگی۔ نہ عرس اور نذر و نیاز یا مسجدوں اور امام باڑوں میں (بھجن کیرتن کی طرح) پڑھے جانے والے درود و سلام پڑھنا روکے گی" (حریت ۲۲ راگست ۱۹۷۰ء)

(تو سین ہماری ہیں) عزیزیہ

لیکن سید صاحب اپنے لمبے چوڑے اخباری بیان میں یہ بتلانا بھول گئے کہ آیا ان دونوں سیدوں کی کتاب و سنت ایک ہے۔ یا سید اعلیٰ کی کتاب و سنت زیدی صاحب کی کتاب و سنت سے جدا ہے جیساکہ خود زیدی صاحب نے دعوے فرمایا ہے۔ اور ہر مسلمان بچہ جانتا ہے کہ شیعہ بچے ان کے ساتھ دینیات کا درس اسی لیے نہیں لیتے کہ انکی کتاب و سنت عام مسلمانوں سے جدا ہے۔ اور اگر کتاب سے مراد ہمارا قرآن حکیم ہے تو شیعوں کا قرآن تو ابھی امام غائب کے پاس ہے اس پر عمل کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

البتہ سنت کے بارے میں سب ہی جانتے ہیں کہ یہ کئی طرح کی ہوتی ہے۔ کسی کے پاس نماز میں ہاتھ چھوڑنا سنت ہے کسی کے پاس ہاتھ باندھنا۔ کوئی وضو میں پہلے پاؤں دھونا سنت سمجھتا ہے اور کوئی

نہ دھونے کو فرض نبلاتا ہے۔ پھر داڑھی رکھنا بھی سنت ہے۔ چار نکاح کرنا بھی سنت ہے ازار اونچی باندھنا بھی سنت ہے اور بچے کی ختنہ کو بھی سنت ہی کہا جاتا ہے۔ ایسے ہیں ضرور تھا کہ آپ بھی اپنی سنت کو واضح فرما دیتے۔ مبادا عوام یہ سمجھنے پر مجبور رہو جائیں کہ آپکی سنت بھی ہیمورن الفداح کی طرح چھپانے کی چیز ہے۔

ہمیں امید ہے کہ اب ہمارے وہ بھولے بھولے بھائی۔ جو داڑھیاں رکھ کر فدائی فوجدار بن بیٹھے ہیں آپ سے معلوم کرنا چاہیں گے کہ آپکی کتاب وسنت کیا بلا ہے۔ اور یہ کہاں پائی جاتی ہے۔ اور اسے چھپانے میں کیا مصلحت ہے۔ آپ کتاب وسنت کا جو قانون نافذ کرنے والے ہیں اسکی تدوین فرما کر قوم کے سامنے پیش کرنے میں کونسی مصالح مائل ہیں۔ کیا اسلام ایسی پردہ پوشی کی اجازت دیتا ہے۔ ہاں آپ کا اسلام ہی باطنی اسلام ہو تو یہ اور بات ہے۔ اسے چھپائیے اور ضرور چھپائیے جب تک آپ چھپائے رہیں گے۔ ہم حق ہمیشہ کہتے رہیں گے اور آپ کے بعد آپ کے نام کے آگے قدس سرہٗ لگا دیں گے کہ اپنا بھید چھپائے باطنی بزرگوں کی طرح چلے گئے اور مسلمان بے رہے۔

بھاگ ان بردہ فروشوں سے کہاں کے بھائی
بیچ ہی ڈالیں جو یوسف سا برادر پائیں

ہمیں بت شکن کی ضرورت ہے

محمود غزنوی نے ہندوستان پر حملہ کیا اور بت خانے توڑنے لگا تو مقامی لوگوں نے اپنے دیوتاؤں کی دہائی دی۔ انکو پکارا مگر کوئی شنوائی نہ ہوئی۔

اور برہمنوں کی ساکھ خراب گئی۔ عوام سوچنے پر مجبور ہو گئے کہ محمود غزنوی کا اللہ اکبر ان کے سارے خداؤں سے بڑا ہے۔ اور اسلام قبول کرنے لگے۔

دلی پر انگریزوں نے حملہ کیا تو بادشاہ صاحب قران کے مقبرے میں پناہ گزین ہو گیا اور عوام نظام الدین اولیاء سے دلی کو بچانے کی دعائیں کرتے رہے مگر دلی نہ بچی۔

پھر ۱۹۴۷ء میں دلی کو کفرستان بننے کا شرف حاصل ہوا تو سارے قطب ابدال اولیا اپنے پجاریوں کو کٹتا مرتا دیکھتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے سچ کہا ہے۔ یہ بے جان مردے پڑے ہیں اور انہیں یہ بھی نہیں معلوم کہ کب اٹھائے جائیں گے۔

اب اگر کوئی محمود غزنوی یا محمد بن قاسم نہیں آ سکتا تو کیا معلوم مسلمانوں کے ان بت کدوں کو مسمار کرنے کے لئے وہ کمیونزم ہی سے کام لے جس نے روس اور چین کے سارے صنم کدوں کو قفل لگوا دیئے اور ان کے خداؤں کا وقار ختم کر دیا ہے اب وہاں نہ عیسیٰ مریم پوجے جاتے ہیں نہ مہاتما بدھ اور کنفوشیس پوجنے کے قابل ہیں۔ اور مسلمانوں کی خانقاہیں امام باڑے مزارات درگاہیں بھی بے چراغ کر دی گئی ہیں۔ بلکہ بظاہر اللہ کا نام لینا بھی موقوف کروا دیا ہے۔ مگر جس دل میں اللہ گھر کر لیتا ہے وہ شیطانی خوف سے محفوظ رہتا ہے۔ اللہ کو یاد کرنے والے شیطانوں کے بیچ میں رہ کر بھی اسے یاد کرتے ہیں۔ اور اسکی بڑائی بیان کرنے سے نہیں ڈرتے جیسے حضرت ابراہیمؑ نے آگ میں بیٹھ کر اسے یاد کیا تو حکم ہوا کہ اے آگ تو سرد ہو جا۔

مگر افسوس تو ان مسلمانوں پر ہے جو عقل کی بات سننا پسند نہیں کرتے

سمجھاؤ تو کانوں پر ہاتھ رکھتے ہیں۔ اور کہتے ہیں ہم اپنے باپ دادا کے
بتلائے ہوئے اسلام کے خلاف کچھ سن لیں گے تو ہمارا ایمان خراب ہو جائیگا
جیسے جاہلوں کا بھی کوئی ایمان ہوتا ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔
اِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلٰی اُمَّۃٍ وَّاِنَّا عَلٰی آثَارِھِمْ مُّقْتَدُوْنَ کہنے والے کافر ہیں

بعض امریکی بھی ایمان والے ہیں

اسلام کوئی نیا دین نہیں جسکی ٹھیکیداری صرف علماء اور ملاؤں کے
ہاتھوں میں ہو۔ یہ دین سب سے پہلے حضرت ابراہیم نے پیش کیا تھا۔
جب اپنے بت تراش اور بت فروش باپ سے کہا تھا اِنَّنِیْ بَرِیْءٌ مِّمَّا تُشْرِکُوْنَ
الفرقان ۶/۷۹ یعنی میں تمہارے خداؤں سے بیزار ہوں۔ جنہیں تم اپنے
ہاتھوں سے بناتے ہو اور پھر پوجنے بھی لگتے ہو۔

اور یہی دین حضرت موسیٰ و عیسیٰ بھی لائے تھے۔ اور یہی ہمارے
رسول مقبول سکھا گئے۔ چنانچہ ہمارا قرآن حکیم فرماتا ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ آمَنُوْا
الخ ۲/۶۲ بقرہ یعنی خواہ مسلمان ہوں یا یہودی یا عیسائی یا صابی دستاروں کو
پوجنے والے) جو اللہ اور اس کے روز حساب پر ایمان رکھیں گے اور اچھے
کام کریں گے اسکو اللہ نیک جزا دے گا اور وہ نہ خوف کھائیں گے اور نہ غمگین
ہوں گے۔

یعنی آرام و اطمینان آسائش کی زندگی صرف انہی قوموں کا حصہ ہے جو
مذکورہ تین باتوں پر ایمان رکھتی ہونگی۔

چنانچہ ایمان کا حال دیکھنا ہو تو امریکی خلانورد نیل آرمسٹرانگ سے
پوچھئے جس نے چاند پر قدم رکھا تو کہا۔ یہ انسان کا ایک چھوٹا سا قدم ہے

مگر انسانیت کے لئے یہ ایک بڑی چھلانگ ہے "۔ یعنی وہاں بھی وہ دوسروں کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ اپنی فتح و کامرانی پر کسی فخر یا ناز کا اس کے دماغ میں گذر نہ ہوا۔

پھر جب اس ہوش ربا بلکہ ایمان شکن کامیابی سے سرشار دنیا کی طرف لوٹا تو اس نے بنی نوع انسان کو جو پیغام دیا وہ بھی سن لیجئے۔ ہمارے اخباروں نے اس مضمون کو شائع کرنے کی زحمت نہ کی کیونکہ اس نے انجیل مقدس سے حضرت داؤد علیہ السلام کی ایک دعا کے یہ الفاظ دہرائے تھے۔

اے اللہ جب میں کائنات کی پہنائیوں پر غور کرتا ہوں۔
اور آسمان سورج۔ چاند اور ستارے دیکھتا ہوں جنہیں تو نے
اپنی قدرت سے قائم کر رکھا ہے۔ تو سوچتا ہوں کہ حقیر انسان کی
کیا بضاعت ہے کہ وہ تیری توقعات پر پورا اترے "

یعنی کمزور انسان اپنے پیدا کرنے والے کے احسانات کو گن بھی نہیں سکتا ان کا پورا پورا شکر کیونکر بجا لا سکتا ہے۔ جب اللہ کی کائنات اتنی وسیع ہے کہ اس کا مشاہدہ بھی دشوار ہے اور یہی اس فاتح قمر کے دلی جذبات تھے۔

دیکھو جو لوگ بڑے کام کرتے ہیں اور خود اپنی بڑائی کو محسوس کر لیتے ہیں وہ کبھی اپنی کامرانی پر مغرور نہیں ہوتے۔ بلکہ اپنے پیدا کرنے والے اور پالنے والے کے سامنے عاجزی و انکساری سے اپنی بے بضاعتی اور لاچاری کا اعتراف کرنے سے نہیں شرماتے۔ اور کہہ دیتے ہیں۔ اے ہمارے پالنے والے ہم یہ اہم کام تیری نصرت و امداد کے بغیر انجام دے سکتے تھے۔ اور یہی اسلام کی تعلیم ہے۔

منکروں کی لاف زنی

برخلاف اس کے اوچھے اور بے سمجھ لوگ دوسروں کی کامیابی پر اترانے لگتے ہیں اور ہرزہ سرائی پر اتر آتے ہیں جیسے روس کے وزیر اعظم خروشیف صاحب کے خلانوردوں نے دنیا کے گرد خلا کا چکر لگایا اور واپس آ گئے تو فرمانے لگے۔

"ہمارے خلانوردوں نے آسمان کے چاروں کھونٹ چھان لئے خدا کا کہیں پتہ نہیں ہے۔"

اور تم نے دیکھ لیا کہ روس جو اب تک خلائی دوڑ میں اوّل تھا چاند پر آج تک نہ پہونچ سکا۔ بلکہ خروشیف صاحب کو اس لن ترانی کی پاداش میں وزارت عظمیٰ سے ہاتھ دھونے پڑے۔ اب وہ ماسکو کی گلیاں ناپتے پھرتے ہیں۔

یہاں طلعت نے پوچھا روسی کس بات میں اول تھے۔ میں نے کہا خلاء کی تسخیر کا سہرا روس کے سر تھا۔ یعنی روسیوں نے جرمن سائنسدانوں کی مدد سے راکٹ بنانے سیکھے اور انہیں خلا میں چھوڑ کر پہلی بار زمین کی کشش کے حلقے سے نکل جانے کا کمال دکھایا۔

پہلا خلائی سیارہ جس کا نام اسپوٹنک رکھا تھا روسیوں نے خلا میں بھیجا۔ پھر ایک کتا خلا میں پہونچا کر اسے واپس لانے میں کامیاب ہوئے اس کے بعد آدمی کو خلا میں پہونچانا۔ آدمی کا خلا میں چلنا۔ ان سب باتوں میں روس اول رہا۔ امریکہ محض انکی نقل کرتا رہا اور ایک ایک کم نصیبے کے دو دو بلکہ دس دس جواب دے کر ان کے ساتھ لگا رہا۔

امریکہ کو بھی راکٹ سازی سکھانے والے جرمن سائنسدان ہیں جو جنگ عظیم کے بعد وہاں لے جائے گئے تھے۔ مگر بالآخر امریکہ کو وہ فتح نصیب ہوئی جسکی روس کو تمنا تھی۔ اور روس آج تک کامیاب نہ ہو سکا۔ کیونکہ اسے اللہ کی نصرت حاصل نہیں۔ مگر وہ ماننے والا نہیں کیونکہ خدا کے وجود سے انکار کرنے پر مُصر ہے۔ حالانکہ اس طرح کی کوشش کرنے کے امکانات کا ذکر ہمارے قرآن حکیم میں چودہ سو سال پہلے کیا جا چکا ہے۔

سورۂ رحمان میں درج ہے۔

اِنِ اسۡتَطَعۡتُمۡ اَنۡ تَنۡفُذُوۡا مِنۡ اَقۡطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ فَانۡفُذُوۡا۔ لَا تَنۡفُذُوۡنَ اِلَّا بِسُلۡطٰنٍ ۳۴ رحمان اگر تمہیں قدرت ہو تو آسمان زمین کے کناروں سے نکل جاؤ۔ مگر بغیر طاقت مطلوبہ کے تم نہیں نکل سکتے۔!

یعنی وہ طاقت معلوم کر لو تو زمین کی کشش کے اثرات سے نکل سکتے ہو۔ یہ طاقت جرمنوں نے دریافت کی جسے روسیوں اور امریکیوں نے استعمال کر کے دکھایا ۱؎ مگر اس سے نہ فاتحین قمر کا دماغ خراب ہوا نہ صدر امریکہ کا البتہ ایک پاکستانی شاعر بکا خیال بھی چاند تک نہ پہونچ سکے اس کارنامے کو تسخیر کائنات سمجھ کر ڈینگ مارنے لگے۔

فطرت سے کریگی عقد نسل نوخیز،
ہوگا مرے فرزند کا دل زہرہ مہ خیز،
لوح و قلم و سدرہ و عرش و کرسی،
کل میری بہو یہ لے کے آئے گی جہیز،

میاں فرحت جو شعر و شاعری میں کچھ درک رکھتے ہیں پوچھ بیٹھے

۱؎ یعنی ایٹم کی طاقت

کیا اس کا مطلب ہے کہ شاعر صاحب کے بیٹے خدا کی بیٹی سے شادی کریں گے یہ سوال سنکر دوسرے بچے ہنسنے لگے مگر میں گھبرا گیا اور محسوس کیا انکے دل سے اس مشکرانہ خیال کا اثر زائل کرنا ضروری ہے۔

اس لئے کہا۔ ہاں دنیا میں بہت سی قومیں ہیں جو خدا کے بارے میں اپنی سمجھ کے مطابق رائے رکھتی ہیں۔ جیسے ہندو گائے اور بندر کو خدا سمجھتے ہیں اور رام کو بھی خدا مانتے ہیں۔ حالانکہ رام ایک شہزادہ تھا جسے اس کی سوتیلی ماں نے گھر سے نکال دیا تو وہ ازراہ سعادت چودہ سال تک اپنی بیوی اور بھائی کے ساتھ دکن کے جنگلوں میں مارا مارا پھرتا رہا وہاں لنکا کے راجہ راون نے اسکی بیوی کو اغوا کر لیا۔ اور چھ ماہ اپنی قید میں رکھا اب اگر کوئی ہندو کہے کہ ہمارے خدا کی بیوی کو ایک دیو لے بھاگا تھا تو ہمیں ناراض ہونیکی ضرورت نہیں۔ اسی طرح مسلمانوں کے بعض فرقے بھی اپنی ناسمجھی کی وجہ سے اللہ کی عظمت کو سمجھنے سے معذور ہیں وہ بعض انسانوں کو مولائے کائنات، سرور کائنات مولا مشکل کشا، دستگیر اور داتا وغیرہ کہتے ہیں چنانچہ یہ شاعر صاحب بھی اپنے اسی خدا کی بیٹی کو بہو بنانا چاہتے ہوں گے۔ جیسے یہ سمجھتے ہیں کہ بادلوں میں چھپا ہوا ہے۔ بارشوں میں گرجتا ہے۔ اور ایک دن دنیا میں آکر امن قائم کریگا۔ ہندوستان کے ہندو اسکو راجہ اندر کہتے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں۔ کہ اندر راجہ بادلوں کو بجلی کے کوڑے مار کر بارش کرنے بھیجتا ہے۔ چنانچہ بارش میں نکلنے والی رنگین کمان اندر دھنش کہلاتی ہے۔ تو ویسیوں سے ہمیں ناراض ہونے کی ضرورت نہیں۔

دراصل یہ بیچارے اللہ اور اسکی کائنات کے معنی سمجھنے سے عاری ہیں

ہمارا قرآن حکیم ایسے خداؤں کے بارے میں کہتا ہے۔ وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ الخ ۳۱ سورہ نحل یعنی جن لوگوں کو یہ خدا سمجھ کر پکارتے ہیں وہ کوئی چیز پیدا نہیں کرتے۔ وہ تو خود پیدا کیے گئے تھے۔ اور اب بے جان مردے بنے پڑے ہیں اور انہیں یہ بھی معلوم نہیں کہ کب اٹھائے جائینگے۔

کائنات کیا ہے

اور کائنات کے بارے میں تو شاید تم نے بھی پڑھا ہوگا کہ اللہ کی کائنات اس قدر وسیع ہے کہ انسان کا اُسے تسخیر کر لینا کیا معنی اس کا صحیح اندازہ لگانا بھی ناممکن ہے۔

کہتے ہیں اس کائنات میں ہمارے سورج سے بڑے بڑے سینکڑوں سیارے موجود ہیں جنکا کوئی علم ہمیں حاصل نہیں۔ اور ہم جسے اپنی کائنات کہتے ہیں یہ ایک نظام شمسی کے تحت چند سیاروں کا مجموعہ ہے۔ جن میں ہماری زمین بھی شامل ہے۔ اور کوئی نہیں جانتا کہ اللہ کی کائنات میں ایسے کتنے نظام شمسی چکر کاٹ رہے ہیں۔ اور ایسی کتنی دنیا میں آباد ہیں۔ ابھی انسان نے صرف آواز سے زیادہ تیز رفتار حاصل کی ہے۔ ڈھائی لاکھ میل دور چاند پر چھلانگ لگائی ہے جو ہماری زمین ہی کا ایک طفیلی سیارہ ہے اور زمین ہی کے گرد گھومتا ہے۔

مگر ڈھائی کروڑ اور دس کروڑ نوری سال کے فاصلے طے کرنے کے لئے اس کے پاس روشنی سے تیز رفتار کہاں ہے۔ اور کیا ثبوت ہے کہ انسان کبھی یہ رفتار حاصل کرنے پر قادر ہو سکیگا۔

اور مسلمانوں کا اللہ جیسا کہ تم نے پڑھا ہے نہ کسی کا باپ ہے نہ

کسی کا بیٹا۔ اسی نے ساری کائنات قائم کر رکھی ہے اور اسکی وسعت کا علم انسان کو نہیں دیا ہے۔ خلا میں گھوم آنیوالے بھی اسکی لمبائی چوڑائی نہیں بتا سکتے۔ اور جس چیز کو ہم آسمان کہتے ہیں۔ وہ صرف اوپر ہے بلکہ زمین کے نیچے بھی آسمان پھیلا ہوا ہے۔ اور زمین سے کروڑوں میل دور بھی آسمان موجود ہے۔ اپنی زمین کا نقشہ دیکھو اور اس پر بسنے والوں کے محل وقوع پر غور کرو کہ خط استوا پر رہنے والے کسطرح اُفقی سے متوازی کھڑے ہیں اور ویسے ہی چلتے پھرتے ہیں مگر محسوس نہیں کرتے۔ اور نہیں جانتے کہ اس طرح کوئی کسی گول چیز پر کیسے لگا رہ سکتا ہے۔ اسے نیچے کی طرف گر جانا چاہئے۔

اور کیا تم جانتے ہو کہ قطب جنوبی پر جاؤ تو تمہیں سر نیچے اور پاؤں اوپر کر کے چلنا پڑیگا۔ پھر بھی نہ گرو گے نہ زمین سے جدا ہو سکو گے۔ کیونکہ زمین کی کشش تمہیں کھینچے رہتی ہے۔ اور کرہ ہوائی تمہیں دبائے رکھتا ہے۔ حتیٰ کہ سمندر کا پانی بھی ٹپک کر نہیں گرتا۔

قرآن حکیم نے اسی حکمت الٰہیہ کی طرف سوچنے کا حکم دیا تھا۔ اُنظُر الی الارض کیف سطحت: یعنی دیکھو ہم نے زمین کی سطح کس طرح قائم کی ہے مگر افسوس یہ کام بھی مسلمان سرانجام نہ دے سکے۔ مغرب کے عیسائیوں کو کرنا پڑا وہی علم حکمت کے وارث ہوئے اور نعیم دو جہاں سے نوازے گئے۔

اس نظام قدرت کو بیچارے شاعر یا مولوی کیا سمجھیں گے۔ وہ یہ بھی نہیں جانتے کہ جس دن اس نظام میں خلل پڑیگا ہم سب بلکہ شجر حجر اور پہاڑ بے وزن ہو کر فضا میں دھنکی ہوئی روئی کی طرح تیرتے پھرتے



یہ ہماری دنیا کا نقشہ ہے

اسکی گولائی کی وجہ سے ہم افق کیطرف دیکھیں تو آسمان دو تین میل کے فاصلے پر زمین سے ملتا نظر آتا ہے۔ اسی وجہ سے ہمارے بزرگ سمجھتے رہے کہ آسمان زمین سے زیادہ دور نہیں عجمی سمجھتے تھے کہ کوہ قاف کی برف پوش چوٹیاں آسمان میں دھنسی ہوئی ہیں اور انکا خدا نمرود یا راجہ اندر وہاں سے براق یعنی اڑنے والا گھوڑے کے ذریعہ اپنی پریوں کے ہمراہ دنیا کی دیکھ بھال کے لئے آتا جاتا رہتا ہے۔ یونانی کوہ اولمپس کو آسمان کی سیڑھی سمجھتے تھے اور ہندوستانی کوہ ہمالیہ کی چوٹی پر آسمان کے مالک برہما یعنی حضرت ابراہیم کو براجمان جانتے تھے۔ بالوں کی لٹوں سے دریائے براہم پترا جاری کیا ہے۔ عجمی اثرات کے تحت مسلمانوں نے آسمان پر جانے کیلئے ایک سیڑھی بیت المقدس میں لگوالی جسے مرودی صاحب دیکھ آئے ہیں مگر امریکیوں نے ڈھائی لاکھ میل اوپر چاند پر جا کر بتلایا کہ ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں۔

اور ان جہانوں کو پیدا کرنے والا فرماتا ہے۔ وما کان لبشر ان یکلمہ اللہ - الخ یعنی کسی انسان کیلئے ممکن نہیں کہ اللہ سے بات چیت کر سکے۔ البتہ اللہ جسکو چاہے وحی الہام القا یا آواز غیب سے یا کسی رسول یا فرشتے کے ذریعہ ہدایت پہنچا دے۔

ہونگے۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے اور بیسوی صدی میں سائنس نے اسکی تصدیق کردی ہے کہ زمین کی کشش سے نکلنے کے بعد ہر چیز بے وزن ہو جاتی ہے اور خلا میں بڑے بڑے پہاڑ بھی روئی کے گالے کی طرح اڑتے پھرتے ہیں۔

اسی طرح ہمارے قرآن حکیم کا ایک اور دعویٰ نرکفار کی سمجھ میں آتا تھا نہ مولوی صاحبان سمجھتے تھے اس لئے متفقہ فیصلہ دیدیا گیا تھا کہ قرآن کو سمجھنا محال ہے۔ اسے صرف رسول اللہ اور شیعہ امام ہی سمجھتے تھے وہ دعویٰ یہ ہے۔ وللہ یسجد من فی السموٰت والارض طوعاً وکرھاً وظلالھم بالغدو والاصال ۱۵ - ۱۳

یعنی زمین اور آسمان میں جو کچھ مخلوق ہے وہ چاہے یا نہ چاہے اپنے پیدا کرنے والے کو سجدہ کرتی رہتی ہے۔ اور انکے سایہ بھی صبح و شام جھکتے رہتے ہیں۔

یہ دنیا کی گردش کی طرف اشارہ ہے کہ بڑے بڑے پہاڑ، دریا درخت اور سمندر لیئے ہوئے اور عالیشان عمارتوں کے ساتھ دنیا گھومتی رہتی ہے اور اس طرح سب کو بارگاہ رب العزت میں سجدہ ریز کرتی رہتی ہے خواہ مشرکین ہوں یا منکرین یا فرمانبرداری بندے سب ہی جھکتے اور اٹھتے رہتے ہیں خواہ مانیں نہ مانیں اس طرح قانون قدرت ان سے وہ سب کروا لیتا ہے جس سے بظاہر وہ انکار کرتے ہیں۔

سوشلزم کی تعلیم

میں نے دیکھا کہ میرے لڑکے سوشلزم

کی باتیں کرنے لگے ہیں۔ تو پریشان نہیں ہو۔ ہمارے رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مسلمانوں کو حکم دیا تھا کہ علم حاصل کرو خواہ چین ہی جانا پڑے۔ اور مجھے یقین تھا کہ علم سے کسی کو نقصان نہیں ہو سکتا۔ خواہ وہ جھوٹا اور شیطانی علم کیوں نہ ہو۔ جیسے گنڈے تعویز رمل جفر اور جادو ٹونے کا علم جو ہندو بھی سیکھتے ہیں اور مسلمان بھی اور اس سے عوام کو دھوکہ دیکر انکی تقدیروں سے کھیلتے اور ان کو بیوقوف بناتے ہیں۔ اگر ہم بھی پڑھ لیں تو نجومیوں کے پھندے میں نہ پھنسیں۔ اسی طرح پروپیگنڈہ لٹریچر پڑھنے والوں کو اسکا دوسرا رخ بھی دکھادیا جائے۔ تو وہ گمراہ نہیں ہو سکتے بلکہ جھوٹ اور سچ کو پہچاننے کے قابل ہو جاتے ہیں۔

میں نے اپنے بچوں کے لئے روسی سفارت خانے سے شائع ہونے والا رسالہ طلوع جاری کروالیا اور ان سے کہا کہ پڑھکر مجھے بتلاؤ کہ اس میں تمہیں کیا کیا نئی باتیں ملیں اور ان سے تم کیا فائدہ اٹھا سکتے ہو۔

کچھ دنوں بعد ضمیمے آنے لگے۔ کارل مارکس پر ضمیمہ۔ لینن پر ضمیمہ پھر اکتوبر کے عظیم اشتراکی انقلاب کی پچاسویں سالگرہ کے نام سے کئی کتابچے وصول ہوئے جنہیں سمجھنے اور پڑھنے کے لئے یقیناً کمیونزم کی اپنی لغات اور انکی تشریحات پر عبور حاصل کرنا ضروری تھا۔ اس لئے لڑکوں نے انہیں کوڑے میں ڈال دیا۔ اور کوئی دلچسپی نہ لی۔

میں نے سوچا اس غیر دلچسپ مضمون کا پس منظر اپنے اسلامی عقائد کی روشنی میں سمجھا دیا جائے تو انکی معلومات بھی ٹھیک ہو جائیں اور اپنے مستقبل کو ایک اتھاہ سمندر سمجھکر اس میں چھلانگ لگانے

کے بجائے اسکی لہروں کا رخ دیکھکر کودنے کے لائق ہو جائیں۔

روسی انقلاب

میں نے مذکورہ سالگرہ نمبر کا ضمیمہ نمبر ۸ اٹھالیا اور پڑھنے لگا
"ہمارا ملک تمدنی کی اشتراکی راہ پر آج سے نصف صدی قبل گامزن ہوا تھا۔ انقلاب اکتوبر نے انسانوں کو استحصالی نظام سے نجات دلائی اور سائنسی کمیونزم کے نظریات پر عملدرآمد کی داغ بیل ڈالی اور اس کے بعد کی عالمی تاریخ کے پورے عمل پر انتہائی دور رس اثرات مرتب کئے"۔

اس فقرے میں بتلایا گیا ہے۔ میں نے کہا کہ آج سے پچاس سال پہلے روس میں بھی ایک انقلاب آیا تھا۔ اور وہ انقلاب اس قدر سخت تھا کہ اسکی یاد کو بھلانا دیسا ہی دشوار ہے۔ جیسے ہمارے شیعہ بھائی کربلا کا واقعہ چودہ سو سال گذر جانیکے باوجود بھلانے پر تیار نہیں۔ یقیناً اس انقلاب کے زخم ان لوگوں کے دلوں میں گہرے ہوں گے جواب بھی ہرے ہیں حالانکہ ہم اپنے دونوں انقلاب بھول چکے ہیں۔

یہاں صرف اتنا سمجھ لو کہ اس انقلاب نے روسی عوام کو استحصالی نظام سے نجات دلائی اور کمیونزم کے نظریات قبول کرنے پر مجبور کر دیا۔

استحصالی نظام سے مراد بادشاہی نظام ہے جس میں ملک کا سربراہ اپنے وزیروں افسروں اور انکے تحت مختلف محکموں کے ذریعہ ملک پر حکومت کرتا ہے۔ اور دور دراز کے چھوٹے علاقوں

پھر جاگیرداروں اور زمینداروں کو حکومت کرنے دیتا ہے جو محصولات وصول کر کے سرکاری خزانوں میں پہنچاتے ہیں۔ اس نظام میں امیر اور سرمایہ دار طبقہ بے مد خوشحالی کی زندگی بسر کرتا ہے۔ اور غریب کسان اور مزدور محنت مشقت سے کما کما انکی تجوریاں بھرتے رہتے ہیں۔

کمیونزم نے انکو سکھایا کہ تم جو کچھ کماؤ خود رکھ سکتے ہو اپنے بال بچوں پر خرچ کر سکتے ہو۔ اور امیروں کی زندگی بسر کر سکتے ہو مگر اس پارٹی میں شامل ہو جاؤ اور ہمارے ساتھ ملکر ملک کے سارے نوابوں امیروں اور سرمایہ داروں کا خاتمہ کر دو۔

اور یہ بات انہیں پسند آ گئی۔ سب اپنی درانتیاں اور ہتھوڑے لیکر سرخ پرچم تلے جمع ہو گئے اور سرمایہ دار مردہ باد کے نعرے لگانے لگے۔ پھر کیا ہوا انہی کی زبانی سنو۔

روس میں اشتراکی انقلاب کی تکمیل بالشویک پارٹی کی رہنمائی اور عظیم لینن کی سربراہی میں مزدوروں کسانوں فوجیوں اور ملاحوں کی مسلح بغاوت کے نتیجے میں ۲۵ ، اکتوبر ۱۹۱۷ء کو ہوئی۔

محنت کش عوام نے جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کو اکھاڑ پھینکا اور استحصالی نظام کو نیست و نابود کر دیا۔ اور پرولتاریہ نے محنت کش کسانوں کے ساتھ اتحاد کر کے اقتدار پر قبضہ کر لیا اور پرولتاریہ ڈکٹیٹر شپ قائم کر لی (ضمیمہ ص ۸)"

آگے اسی مضمون کو پھیلانے کے بعد پھر اس کا خلاصہ کیا گیا۔ اور لکھا ہے کہ۔

اکتوبر کے عظیم اشتراکی انقلاب نے استحصال و استبداد کے

نظام کا تختہ الٹ دیا پرولتاریہ نے اجرتی غلامی سے نجات
حاصل کرنیکی جدوجہد کی اور وہ کارخانوں اور ہلوں کے مالک
بن گئے۔

محنت کش عوام زمینوں کو ترس رہے تھے۔ سوویٹ اقتدار
نے جاگیروں اور زمینداروں کا خاتمہ کر دیا اور زمین کسانوں
کو دیدی۔ ضمیمہ ۲

اس مضمون کا مطلب صاف ہے میں نے تمہیں یہ دکھانے
کے لئے کہ وہ ایک ہی بات کو بار بار کیوں اور کیسے دہراتے ہیں۔
دو ٹکڑے سنا دیئے ہیں۔ اسی کو پروپیگنڈہ کہتے ہیں یہ جھوٹ کو
سچ بنانیکی ترکیب ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ روس میں تمام امیروں جاگیرداروں اور
زمینداروں کا صفایا کر دیا گیا۔ سرکاری افسروں اور شاہی نظام
حکومت کے حامیوں کو قتل کیا گیا یا ملک سے نکال دیا گیا۔
صنعت کاروں کو بھی ختم کر دیا گیا۔ ان کے کارخانے مزدوروں
کو دیدیئے گئے اور زمینیں کاشتکاروں کو مل گئیں

اس طرح پرولتاریہ پارٹی نے جاہل کسانوں اور مزدوروں
کی مدد سے حکومت پر قبضہ کر لیا۔ اور اپنی ڈکٹیٹر شپ قائم
کرلی۔ یعنی یہ بھی ایک آمرانہ حکومت بنی جس میں کسی کو کچھ کہنے
کا حق نہ تھا۔ صرف ایک مخصوص پارٹی جو چاہتی کرتی۔

پھر تو یقیناً مزہ آ گیا ہوگا۔ کہ ملک میں کوئی کسان نہ رہا۔
سب چھوٹے موٹے زمیندار بن گئے اور سارے مزدور مل کے

مالک بن بیٹھے۔

مگر افسوس کہ وہ اعداد و شمار نہیں دی گئیں جس سے اس کارنامے کو صحیح طور پر سمجھنے کا موقعہ ملتا کہ اس انقلاب سے کتنے افراد متاثر ہوئے۔ کتنے زمینداروں اور صنعت کاروں کو قتل کیا گیا۔ کتنے افسر اور سرمایہ دار لوگ مارے گئے
اور اس کے بعد کتنے کسان چھوٹے زمیندار بنے اور کتنے مزدوران ملوں کے مالک ہوئے۔

بہرحال یہ اشتراکیت کا داخلی معاملہ ہے اور شاید ان اعداد و شمار کا نہ جاننا ہی بہتر ہے۔ کہیں ہمارے نوجوان سوچنے لگیں کہ اتنی جانوں کے اتلاف کے بعد حاصل کیا ہوا؟ یہی کہ بڑے زمیندار ختم ہوئے اور چھوٹے زمیندار پیدا ہو گئے۔ بڑے صنعت کار چلے گئے اور چھوٹے صنعت کاروں نے انکی جگہ لے لی۔ تو کیا اب روس میں کوئی محنت کش مزدور نہیں ہے۔ یا کسان اب سب زمیندار بنے بیٹھے ہیں۔ پھر تو وہاں بڑی خوش حالی ہو گی۔ سب ہی چین آرام سے ہونگے۔

انقلاب میں انقلاب

مگر زیادہ دن نہیں گذرے تھے کہ اس انقلاب کے اندر ایک اور انقلاب لانے کی ضرورت پڑ گئی جسکا ذکر ان خوبصورت الفاظ میں کیا گیا ہے۔

"اشتراکی خطوط پر زراعت کی از سر نو تنظیم کا کام مزدور طبقے کے اقتدار سنبھال لینے کے بعد سب سے زیادہ پیچیدہ اور ... کہتے ہیں اس انقلاب میں زار روس کے خاندان کے ساتھ تقریباً ایک کروڑ ستر لاکھ افراد آپس میں لڑ مرے جبکہ انکی کل آبادی پندرہ کروڑ تھی یعنی ۱۲ فیصد آبادی ختم کر دالی۔

اور دشوار گذار کام تھا۔ اور ضرور تھا کہ چھوٹے مالک کی روایتی عادات پر قابو پالیا جائے اسکی نفسیات کو تبدیل کیا جائے اور کسانوں کو نئی زندگی کے فوائد کا یقین دلایا جائے۔

اس عہد آفریں فریضے کی انجام دہی کے لئے پارٹی کو سالہا سال تک دقت طلبی سے تنظیمی اور تعلیمی کام سر انجام دینا پڑا

ص۳ ضمیمہ ۸"

شاید تم سمجھ گئے ہو کہ کیا ہوا ہوگا۔ یعنی پہلے کسانوں سے کہا گیا تھا کہ زمینداروں سے زمین چھین لو۔ زمین کا مالک وہ ہے جو اس پر کاشت کرے اس سے چند ہزار بڑے زمینداروں کی جگہ لاکھوں چھوٹے چھوٹے زمیندار پیدا ہو گئے، اور پھر معاشرے میں استحصالی رنگ پیدا ہونے لگا یعنی نئے کسان زمیندار اطمینان کی زندگی گذارنے لگے۔ اور یہ بات اشتراکیت میں ایک ناپسندیدہ چیز ہے یعنی کامریڈ دوسروں کو خوشحال دیکھنا پسند نہیں کرتے۔ چنانچہ ان سے کہا گیا کہ تم نے پہلے زمینداروں کا حال دیکھ لیا ہے۔ اب زمینداری کی شان بھول جاؤ اور کسانی شروع کر دو۔ زمین حکومت کی ہے تم کاشتکاری کرو۔ اور کھانا کپڑا حکومت سے لو۔ تمہارے رہنے کے لئے کھولیاں بھی بنا دی جائیں گی جہاں رہ کر تم پکے کامریڈ بن جاؤ گے۔

یہ بے ڈھب خبر سنکر نئے زمینداروں کے ہوش اڑ گئے، بعض لڑنے مرنے کو تیار ہو گئے، اور پھر خون خرابہ شروع ہو گیا جس کا ذکر اسطرح کیا گیا ہے۔

دیہاتوں میں اشتراکی سمکت معاشی تعلیمات کی بنیاد بن گئی۔ اور ان تمام سماجی اسباب کا مکمل خاتمہ کر دیا گیا جو انسان کے

ہاتھوں انسان کی استحصال کے ذمہ دار تھے ۔

یعنی زمین کو سرکاری ملکیت بنانے میں بھی کشت وخون کی نوبت آئی اور یہ کاروائی چار سال تک جاری رہی جسے سول وار کہا جاتا ہے۔ اس میں کامریڈ ہی اپنے کام بڈول زمار تے اور سان سے زمین اور کارخانے چھینتے رہے۔

بچارے کسانوں کی شامت آگئی اور انکی خطا صرف اس قدر تھی کہ چند روز زمینداری کے مزے اٹھالئے تھے ۔ اور اطمینان سے زندگی گذارنے کا لطف اٹھا لیا تھا ۔ اسے اشتراکی زبان میں استحصالی نظام پسند کرنے کا جرم کہا جاتا ہے۔

اور یہی کچھ ان مزدوروں پر گذری جو مل مالکوں کو مار کر خود ملوں کے مالک بن بیٹھے تھے ۔ ان سے بھی کہا گیا کہ ملیں حکومت کی ہیں تم ان میں کام کرو اور کھانا کپڑا حکومت سے لو مگر مالکوں کی کرسیاں اور بنگلے فوراً خالی کردو تمہارے رہنے کی جگہ وہی کھولیاں ہیں جہاں تمہارے باپ دادا مزدوری کرتے مرچکے ہیں ۔ پھر جس نے یہ شرائط منظور کرنے سے سرتابی کی انہیں پرانے مل مالکوں کے پاس بھیجدیا گیا مگر افسوس کہ اس پرچے میں وہ تفصیلات نہیں بتلائی گئیں کہ کتنے مزدور اور کتنے کسان برضا و رغبت انقلاب کو قبول کرنے پر راضی ہوئے اور کتنے ناراضی کی وجہ سے ٹھکانے لگائے گئے کہتے ہیں اس سول وار میں کامریڈوں نے ۵۰ لاکھ کامریڈوں کو مار کر اپنا نظام اشتراکیت مستحکم کیا۔

شاید تم سمجھتے ہو کہ اب روس میں اشتراکیت یعنی انسانی مساوات کا راج ہے وہاں امیر غریب اور بڑے چھوٹے سب کے سب برابر

ہو چکے ہیں یعنی کسان مزدور ملاح ۔ مچھیرے دھوبی نائی اور بھنگی کو زوال
کمشنر وزیر سفیر اور صدر مملکت سب برابری اور مساوات کی زندگی گذارتے
ہوں گے اور سب یکساں تنخواہ پاتے ہونگے اور ایک ہی لنگر سے کھانا کھاتے
ہوں گے ۔

نہیں ایسا نہیں ہے مارکسزم لینن ازم کے قوانین وقت کے ساتھ
بدلتے رہتے ہیں ۔

اب روس میں لوگوں کو انکی صلاحیت کے مطابق اجرت دی
جانے لگی ہے ۔ یعنی دماغی کام کرنے والوں کی اجرت محض ہاتھوں سے
کام کرنے والوں سے زیادہ ہونا تسلیم کر لیا گیا ہے اور اس طرح مساوات
کا دعوےٰ غلط ہو چکا ہے مگر اسے تسلیم کر کے اس کا اعتراف نہیں کیا
جاتا ۔

بیرونی پروپیگنڈے میں یہی بتایا جاتا ہے کہ روس میں انسان
انسان سب برابر ہیں اور سب یکساں روٹی کپڑے کے مستحق ہیں جو محض جھوٹ
ہے وہاں بھی پارٹی ممبر عیش کرتے ہیں اور عوام اچھے کپڑے اور اچھے کھانے کو ترستے ہیں ۔

کاش یہ بچارے ہماری اسلامی تعلیم کا مطالعہ کر لیتے تو اتنا خون خرابہ
کیوں ہوتا ۔ قرآن حکیم میں یہ حقیقت چودہ سو سال پہلے بتا دی گئی تھی ۔
فرماتے ہیں ۔

قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَاءُ الخ ۔ ۳۹ سبا

یعنی کہدو کہ میرا رب اپنے بندوں میں جسکا چاہتا ہے رزق زیادہ
کر دیتا ہے اور جسکا چاہتا ہے کم کر دیتا ہے ۔

اور دوسری جگہ فرمایا ۔ وَلَوْ بَسَطَ اللّٰہُ الرِّزْقَ لِعِبَادِہٖ الخ یعنی

اگر اللہ اپنے بندوں کے رزق میں فراوانی کر دے تو زمین میں فساد مچادیں اس لئے وہ جتنا چاہتا ہے اندازے سے عطا فرماتا ہے۔ بیشک وہ اپنے بندوں کو خوب جانتا ہے۔ ۲۷۔ شوریٰ

اور تم دیکھتے ہو کہ دماغی کام کرنے والوں کو زیادہ عقل اور ہاتھ سے کام کرنیوالوں کو زیادہ طاقت دینا انسان کا کام نہیں۔ یہ قدرت کا عطیہ ہیں جسے چاہتا ہے زیادہ سمجھ دے دیتا ہے۔ اور جسے مزدور بنانا ہوتا ہے اسے اتنی ہی قوت عطا کر دیتا ہے۔ ورنہ کارل مارکس جیسے قدرت نے عقل دی تھی۔ خون تھوک تھوک کر بھوکوں نہیں مرتا اور اپنا رزق ضرور بڑھا لیتا مگر افسوس اسکی بدبختی دیکھئے کہ اس خداداد عقل سے کوئی مادی فائدہ نہ اٹھا سکا۔ اور کوئی ایسی کتاب نہ لکھ سکا جو اسے دنیاوی مسرتوں سے ہم کنار کر سکتی اور کیسے لکھتا جب اس نے خدا سے بغاوت کر کے شیطان کو اپنی عقل پر مسلط کر لیا تھا۔

چنانچہ اس نے ایسی کتاب لکھی جو خوشحالی۔ آسودگی۔ امن چین آرام اطمینان بے فکری جیسی اللہ کی نعمتوں کے خلاف بغض نفرت جلن اور بغاوت کے جذبات ابھارتی اور انسان کے دماغ پر شیطان کو مسلط کر دیتی ہے۔

اور اسے وہی لوگ شوق سے پڑھتے ہیں۔ جو اپنے گھر بار اور معاشرے سے بیزار رہتے ہیں یا ذلیل تصور کرتے ہیں وہ بیمار دماغ لوگ جنہیں ان کے مہمل اور لچر عقائد کی وجہ سے عوام ہنستے ہوں اور ان کا مذاق اڑاتے ہوں۔ اپنے انتقامی جذبات کی تسکین کے لئے اس تحریک میں شامل ہو جاتے ہیں۔ یہ کتاب معاشرے میں فساد پیدا

کرنے کے بہترین گر سکھاتی ہے۔

جیسا کہ تم نے اشتراکیوں سے سنا کہ روسی کسان جو زمینداروں اور جاگیرداروں کی غلامی سے بیزار ہو چکے تھے اس تحریک میں بے دھڑک گھس گئے۔ مگر انہیں اپنی عاقبت کی خبر نہ تھی اس لئے تھوڑے ہی دنوں بعد خود بھی اسی حربے کا شکار ہو گئے۔ اور مارے گئے۔

اللہ تعالےٰ قرآن حکیم میں فرماتا ہے۔

وکذالک نولی بعض الظلمین بعضا بما کانوا یکسبون (الانعام ۱۳۰) یعنی ہم اسی طرح ظالموں کو ان کے اعمال بد کی وجہ سے ایک کو دوسرے پر مسلط کرتے رہتے ہیں۔

تاریخ درست کرنیکی ضرورت ان مضامین اور رسالوں میں تم دیکھو گے۔ سنہ اور تاریخ کو خاص طور سے نظر انداز کیا جاتا ہے۔ اور خاص کر ان سربراہان مملکت اور محکمہ یا پارٹی کا نام بالکل نہیں لیا جاتا۔ جن کی نگرانی یا جنکے حکم سے وہ بڑے بڑے کارنامے سرانجام پاتے ہیں۔

مثلاً جوزف اسٹالن کا نام جو ان کے پچاس سالہ دور انقلاب میں تیس سال تک روس کے سیاہ و سفید کا مالک رہا۔ ایک بار بھی نہیں آیا ہے۔ حالانکہ کسی زمانے میں روسی عوام اسے فادر اسٹالن کے نام سے یاد کرتے تھے اور اس کے نام کی برکت سے ہر کام شروع کرتے تھے۔ جیسے عیسائی مذہب کے زمانے میں وہ فادر جیسس یعنی آسمانی باپ حضرت عیسیٰ کا نام لیتے تھے۔

اس پردہ پوشی کی وجہ معلوم کرنے کے لئے تمہیں ان بڑے لوگوں کے بارے میں جاننا چاہیے جو سوشلزم کے بانی ہیں۔ اور جنکا مرتبہ اب سوشلزم کی دنیا میں خدا اور رسول کا سا ہے۔ یعنی جیسے مسلمان خدا اور رسول کا نام لیتے

ہیں۔ سوشلسٹ مارکس اور لینن کو وہی سمجھتے ہیں۔ اور انکے نام سے سکون حاصل کرتے ہیں۔ خواہ یہ روس کے رہنے والے ہوں یا چین کے یا ہندوستان اور پاکستان کے کارل مارکس ہی سب کا خدا ہے۔ اور اس کی کتاب انجیل مقدس کی طرح متبرک سمجھی جاتی ہے۔ خیر اسکی تفصیل آئندہ نشست میں بتلاؤں گا۔

یہودیوں پر اللہ کا غضب

اتوار آیا تو لڑکے سر ہو گئے کہ سوشلزم کے بانیوں کا حال بتلایا جائے۔ میں نے کہا کارل مارکس یہودی کے بارے میں جسے اشتراکی نظام میں خدا کا مرتبہ دیا گیا ہے۔ اور جسکی کتاب نے وہاں انجیل مقدس کی جگہ لے لی ہے۔ جاننے سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ تمہیں یہودیوں کی مختصر تاریخ بھی بتلا دی جائے۔

ہمارے قرآن میں یہودیوں پر لعنت بھیجی گئی ہے۔ انکی شرارتوں کے بہت سے قصے درج ہیں۔ یہ لوگ حضرت یعقوب کے بارہ بیٹوں کی اولاد ہیں جنکو بار بار نواز اگیا اور حکومتیں دی گئیں مگر یہ شکر گذار بندے نہ بن سکے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر ذلت مسکنت اور پھٹکار مسلط کر دی اور انہیں بندر بنا دیا۔ یعنی بندروں کی طرح بے ملک و بے دیار کر کے ساری دنیا میں منتشر کر دیا کہ جہاں رہیں دھتکارے جائیں اور مارے جائیں اور مقامی لوگ ان سے حقارت کے ساتھ غلاموں جیسا برتاؤ کریں۔

تم نے سنا ہو گا کہ ہٹلر نے جرمنی میں رہنے والے ساٹھ لاکھ یہودیوں کو بھٹیوں میں ڈال کر جلا دیا تھا۔ اسی طرح یورپ۔ امریکہ اور ایشیا میں اگرچہ بظاہر یہ بڑے خوشحال معلوم ہوتے ہیں مگر دراصل سخت بے چینی کرب میں مبتلا ہیں۔ لوگ انہیں حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور انکے

وجود کو گوارہ نہیں کرتے یہاں تک کہ آج لفظ یہودی یا جیو (JEW) گالی کا مترادف سمجھا جاتا ہے۔ جسے یہ بھی محسوس کر کے خود کو اسرائیلی کہلانا چاہتے ہیں۔

اسی حقارت و نفرت کا نتیجہ ہے۔ کہ یہودی مسلسل انتقامی کاروائیوں میں لگا رہتا ہے۔ خواہ اس سے خود اسے کوئی فائدہ نہ ہو۔ وہ دوسروں کو نقصان پہنچا دینا انکو گمراہ کر دینا بھی کار خیر سمجھتا ہے۔ اور خاص کر اپنے محسنوں کو نقصان پہنچانا اسے بے حد مرغوب ہے۔

یہ چیز اب امریکی اور روسی عوام بھی محسوس کرنے لگے ہیں۔ اور اپنے ملکوں سے یہودیوں کو نکالنے کے لئے انہیں فلسطین جانے کی ترغیب دے رہے ہیں جہاں انہیں مسلمانوں کے ہاتھوں بالآخر تباہ ہونا ہے۔

یہ سنکر یہ ہیرالڈ کا چونک پڑے اور پوچھا یہ کیسے ممکن ہے۔ یہودی تو مسلمانوں کو مار رہے ہیں۔ اور ساری دنیا کے مسلمان ان سے ڈرے ہوئے ہیں۔ کوئی یہودی کے خلاف بولنے کی جرات نہیں کرتا۔ پاکستان میں بھی یہودیوں کا بڑا اثر ہے۔ انکا ناٹ اور کوکو کولا کون نہیں پیتا اور باٹا کے جوتے کسے پسند نہیں۔

میں نے کہا ہاں۔ فی الحال دس کروڑ عرب محض تیس لاکھ یہودیوں سے اسی طرح خائف ہیں۔ جیسے چیونٹیوں کے بل پر کوئی سانپ آ جائے تو وہ بھاگی بھاگی پھرتی ہیں۔ مگر سانپ زخمی ہو جائے اور اسکی چکنی کھال پھٹ جائے تو یہی چیونٹیاں سانپ سے چمٹ جاتی ہیں۔ اور اسے زندہ ہی کھا جاتی ہیں۔

اگر یہودیوں کو مسلمانوں کے ہاتھوں ختم ہونا ہے تو عربوں اور

دوسرے مسلمانوں کو پہلے مسلمان بننا ہوگا۔ اور مسلمان کی شان قرآن حکیم میں یہ بتائی گئی ہے ؎

یاایہا النبی حرض المومنین علی القتال ان یکن منکم عشرون صابرون یغلبوا مائتین۔ یعنی اے نبی مومنوں کو جہاد کا شوق دلاؤ اگر تم میں سے بیس آدمی بھی ثابت قدم رہے تو دو سو کافروں پر بھاری ہوں گے۔ ۶۵ انفال۔

جب مسلمانوں میں یہ شان پیدا ہو جائے گی تب وہ وقت بھی آ جائیگا۔ جب یہودی پتھر کے پیچھے پناہ لیگا تو پتھر پکار یگا۔ مسلمانو آ ؤ۔ اس یہودی کو قتل کرو۔

آج دنیا میں مسلمانوں کی آبادی بھی ستر کروڑ ہے۔ مگر یہ سب کے سب یورپ کی سو سالہ غلامی سے آزاد ہوئے ہیں۔ اس لئے مردانگی کے جوہر سے محروم ہیں اور بھول چکے ہیں کہ مسلمان کا زیور تلوار ہے۔ اور بالآخر تلوار ہی سے انکو عروج حاصل ہوگا۔ اگر ایک کروڑ مومن جوان تلواریں لیکر اسرائیل میں اتر جائیں۔ تو ۳۰ لاکھ یہودیوں کو کتے بلی کیطرح گھیر کر مار ڈالیں۔ مگر ان میں وہ جوش ایمان کہاں اور وہ شوق جہاد کون پیدا کرے۔ جب یہ امریکی، برطانوی اور روسی اسلحہ پر بھروسہ کئے بیٹھے ہیں۔ بیچارے غلام جنہیں اپنا گولہ بارود بنانے کی بھی اجازت نہیں۔

حالانکہ چین نے بے دین ہو کر بھی بیس سال کے اندر گولا بارود چھوڑ ایٹم اور ہائیڈروجن بم بھی بنالئے اور اپنے ہوائی جہاز بھی بنا رہا ہے ۱۹۶۲ء میں روس کے خروشیف نے ماؤ کو اپنے بموں کی دھمکی دی تو ماؤ

نے کہا ہماری آبادی ستر کروڑ ہے۔ تمہارے پاس نہتی گولیاں بھی نہ ہونگی ہیں اپنے ٹڈی دل کو چھوڑ دوں تو تمہارے پچیس کروڑ روسیوں کے ساتھ ہائیڈروجن اور ایٹم بموں کو بھی چاٹ جائیں گے۔

اور خروشیف کو معلوم ہو گیا کہ یہ بھبکی نہیں حقیقت ہے۔ اسوقت سے روس سامراج کی پناہ میں جا چکا ہے۔ اب اسے صرف امریکہ ہی سے امداد کی امید ہے۔ اس لئے امریکہ کو خوش رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ کیوبا سے اپنے اڈے ہٹانے کی ذلت بھی برداشت کر لی اور مصر و اسرائیل کی جنگ میں مصر سے معاہدوں کے باوجود کوئی مدد نہ کی۔ اسے تباہ ہو جانے دیا اور امریکہ کو ناراض نہ کیا جس سے اسکی کمزوری کا ثبوت ملتا ہے۔

ادھر مسلمانوں کا یہ حال ہے کہ ان کے آخری سورما اور جنگ آزادی کے ہیرو ملک کو انگریزوں کی غلامی میں سونپ کر پردیس چلے تو گنگنا رہے تھے۔

دھندھوں میں دم نہیں ہے خیر مانگو جان کی۔
چل چکی بس اے ظفراب تیغ ہندوستان کی۔

اور اس نصیحت دل پذیر کو سنتے ہی مسلمانوں نے اپنی تلواریں بھی نا تخیبی کے حوالے کر دیں اور ایک درد مند دل روتا رہا ؎

حرم سرا کی حفاظت کو تیغ ہی نہ رہی۔
تو کام دینگی یہ چلمن کی تیلیاں کب تک

کاش آج مسلمانوں کے پاس تلوار ہوتی تو ہندو بنیے ڈنڈوں اور لاٹھیوں سے انکی تواضع کیوں کرتے اور دس کروڑ عربوں پر تیس لاکھ یہودی کیسے بھاری پڑتے۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ ہمارے نوجوانوں

نے اب سوچنا شروع کر دیا ہے کہ ہمارے ایک مجاہد بھائی رحمان کیانی لکھتا ہے ہے -

پھیلا ہوا ہے ملتِ بیضا میں انتشار ۔ بے جا تصورات کی ہر قوم ہے شکار
گھر میں نہیں چھدام مگر شوق بے شمار ۔ مضراب بھی ادھار ہے تلوار بھی ادھار
ڈفلی بھی اپنی اپنی ہے اپنا ہی راگ ہے
تھوڑی بہت ہر ایک کی آپس میں لاگ ہے

مفسد یہودیوں سے پریشان ہیں عرب ۔ نصرانیت ہے ترک سے قبرص میں خوں طلب
مظلوم کاشمیر بھی مدت سے روز و شب ۔ سب کو پکارتا ہے مگر صاحبو غضب
سنتے ہیں اور ہوش میں آتا نہیں کوئی
ابدالیوں کی تیغ اٹھاتا نہیں کوئی

تلوار کیا اٹھائیں کہ ہے مانع جہاد ۔ قوم و وطن کا دین میں لایا ہوا فساد
ملت نہیں گروہ کا نقصان یا مفاد ۔ آپس کا اس پہ بغض و حسد کینہ و عناد
تنظیم و اتحاد کو مشکل بنا چکا!
شیروں کو ہر کچھار میں بزدل بنا چکا!

کہنے کو رہ گیا ہے کہ محمود اور ایاز! ۔ پڑھتے ہیں ایک ساتھ ابھی عید کی نماز
اس کے سوا یہ رسم اخوت سے بے نیاز ۔ اتنے بٹے ہوئے ہیں کہ از راہِ امتیاز
زردار گھر بناتے ہیں محروم سے الگ
حاکم کی قبر ہوتی ہے محکوم سے الگ

پڑھتے نہیں ہیں بھول کے اللہ کی کتاب ۔ ہوتے نہیں ہیں چشمۂ زمزم سے فیضیاب
مغرب کے میکدوں کی چڑھائے ہوئے شراب ۔ اس درجہ ہو چکے ہیں مسلمان اب خراب
سڑکوں پر ناچتی ہیں کنیزیں بتولؓ کی
اور تالیاں بجاتی ہے امت رسولؐ کی۔

کاش ہمارے نوجوان اس پیغام کو سمجھیں اور اسے ایک تحریک بنائیں اور آپس کی منافرت ختم کریں۔ لیکن بھائی کیانی نے یہ نہیں بتلایا۔ کہ یہ ڈنلیاں جنبش رہی ہیں۔ ان کے ہاتھ کیسے لگیں اور یہ کیوں بجا رہے ہیں کاش یہ بھی بتلا دیتے کہ انگریزوں کے سو سالہ تجربے سے قائم کردہ نوآبادیاتی نظام حکومت ختم کرنے کے لئے جن لوگوں نے تحریک خلافت ترک موالات سول نافرمانی ڈائرکٹ ایکشن بھوک ہڑتال اور کوئیٹ انڈیا جیسے پاپڑ بیلے تھے وہ اسی قانون کے تحت اپنے ہی غلام بھائیوں کی دھاندلیاں کب تک برداشت کرتے اور چونکہ ان میں ایک قوم ہونے کے لئے کوئی جزو مشترک موجود نہیں یعنی نہ تو زبان میں یکسانیت ہے نہ لباس میں نہ صورتوں سے یہ ایک نسل معلوم ہوتے ہیں کہ ان میں سکندر اعظم سے لیکر نادر شاہ درانی کے حملوں تک کی یادگاریں موجود ہوں گی اور نہ جانے کتنے غدر ۱۸۵۷ء کی دراز دستیوں کی پیداوار ہیں۔ جن سے کہا جاتا ہے کہ تم سب ایک قوم ہو۔ مگر وہ کیسے تسلیم کر لیں۔

اب یہ بیچارے اپنے ملک کے لئے جو قسمت سے مل گیا ہے۔ ایک اچھا قانون تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔ کسی نے چین میں مساوات کی برکتیں دیکھ لی ہیں۔ اور ان پر مرا مٹتا ہے۔ کوئی روس سے کچھ سیکھ آیا ہے۔ اور وہی دوسروں کو سکھا کر مٹھی بھر شورش پسندوں کی مدد سے اسٹالن کی طرح حکومت پر قبضہ کرنے اور بارہ کروڑ عوام کا خدا بن بیٹھنے کے خواب دیکھ رہا ہے۔

اسی طرح ہمارے ایوب خان جو برطانوی طرز حکومت کے پروردہ ہیں۔ انقلاب کے نام سے امریکی سامراج کے دلدادہ

ہو گئے اور ملک میں صدارتی نظام رائج کر بیٹھے۔ جس سے انہیں صدر امریکہ کے حقوق حاصل ہو گئے۔ مگر یہ نہ دیکھا کہ امریکہ میں عوام کو بھی کچھ حقوق حاصل ہیں۔ وہ اپنے صدر کو ایک وقت میں دو تنخواہیں وصول کرنے کی اجازت نہیں دیتے اور راحت فراغت سے زندگی گزارنے پر مجبور بھی کر دیتے ہیں۔ جیسے جانسن کے ساتھ کیا گیا۔

مگر افسوس کہ ہم غلاموں کے پاس اپنا کچھ نہیں سب کچھ ادھار اور بھیک کا ہے۔ نہ ہماری کوئی قومی زبان ہے۔ نہ قومی معاشرہ نہ قومی لباس اور نہ قومی قانون یا دستور حتی کہ کوئی قومی دین و مذہب بھی نہیں۔ ہماری عورتیں امریکہ اور فرانس سے فیشن سیکھتی ہیں۔ اور ہمارے مرد لارڈ چرچل اور لارڈ کرزن کی شکلیں بنانا باعث افتخار سمجھتے ہیں۔ حالانکہ ہمارے قرآن کا حکم ہے۔ اے ایمان والو یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ۔ یہ ایک دوسرے کے دوست ہیں اور جو شخص تم میں سے ان کو دوست بنائے گا۔ وہ بھی انہی میں سے ہوگا۔ بے شک اللہ تعالیٰ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔

(۵۱ مائدہ)

حضرت موسیٰ کو دھوکا۔

تم نے سنا ہو گا کہ حضرت موسیٰ اپنی قوم کو فرعون کی غلامی سے چھڑا کر لائے، انکو بت پرستی چھوڑنے اور ایک اللہ کی عبادت کرنے کی تعلیم دی۔ پھر چالیس دن کے لئے کوہ طور پر اللہ کی عبادت کرنے چلے گئے تو یہودیوں نے اپنی عورتوں کا زیورات گلا کر سونے کا ایک بچھڑا بنوالیا اور اسے خدا بنا کر پوجنے لگے۔ موسیٰ کو واپسی پر معلوم ہوا تو کئی مشرکوں کو قتل کر دیا اور باقی سے توبہ کرائی۔

پھر کہا چلو ملک شام چلیں وہ ہمارے دادا ابراہیمؑ کا وطن تھا۔ اللہ تعالےٰ نے اسے ہمیں دینے کا وعدہ کیا ہے۔ یہودیوں کو معلوم ہوا کہ وہاں لڑنے مرنے کا معاملہ ہو گا۔ تو ہمت ہار بیٹھے۔ موسیٰ سے کہا کہ ہم غریب غلاموں کو جو عمر بھر ڈانٹ اور ٹھوکرے کھاتے رہے۔ کس مصیبت میں پھنسانا چاہتے ہو۔ تم نے فرعون کے گھر میں پرورش پاکر مار دھاڑ سیکھی ہے۔ تو جاؤ اور اپنے خدا کو بھی لے جاؤ اور پہلے انہیں نکال دو تو ہم چل کر وہاں آباد ہو جائیں گے۔

چنانچہ حکم ہوا۔ نافرمان بزدل غلامو تم چالیس سال تک اسی صحرا سینا میں بھٹکتے پھرو اور مر کھپ جاؤ۔

تم نے غلامی میں آنکھ کھولی اور غلامی کر کے جینا سیکھا ہے۔ تمہیں نہ آزادی کی قدر ہے نہ حکومت کی تمیز ہو گی۔ البتہ تمہاری اولاد جو آزاد ماحول میں پل کر جوان ہو گی وہ قربانی دینا بھی جانے گی اور حکم ماننا بھی سیکھے گی۔ وہی اس موعود وطن کی وارث ہو گی۔

پھر نئی نسل نے شام و فلسطین فتح کیا اور انکی اولاد نے مدتوں حکومت کی۔ داؤد و سلیمانؑ جیسے بادشاہ اور نبی ان میں پیدا ہوئے۔ مگر یہ بار بار گمراہ ہوتے رہے۔ اور ان پر بار بار عذاب الٰہی نازل ہوتا رہا۔ اور غلام بنائے جاتے رہے۔ کبھی عاشور نبی پال نے انکو تباہ کیا کبھی بخت نصر نے حتیٰ کہ دو ہزار سال قبل حضرت عیسیٰ انکی رہنمائی کے لئے آئے انکو ماننے سے انکار کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے انکی طرف رومیوں کو بھیجا۔ جنہوں نے یہودیوں کی رہی سہی قوت بھی ختم کر دی اور حکومت کرنے کے امکانات ہمیشہ کے لئے بند کر دیے۔ یہ حملہ ۶۵ء میں ہوا تھا۔

عیسائیوں سے فریب

یہودیوں نے دیکھا کہ حضرت عیسیٰ کی توحید پرستی دنیا میں مقبول ہو رہی ہے اور لوگ جوق در جوق اس میں شامل ہو رہے ہیں تو ان کو خطرہ ہو گیا کہ اب یہودی سیادت ختم ہو جائیگی چنانچہ ایک یہودی جس کا نام پال تھا عیسائیوں میں گھس کر ان کا مبلغ بن بیٹھا اور انہیں توحید چھوڑ کر تثلیث پرستی کی تعلیم دینے لگا۔ اس نے بتلایا کہ حضرت عیسیٰ دراصل خدا کے بیٹے ہیں۔ اور انکی ماں خدا کی بیوی ہیں اس لئے ہمیں خدا کے ساتھ اس کے اہل بیت کا بھی ویسا ہی احترام کرنا چاہیئے۔ یہ بات نے عیسائیوں کو جو بت پرستی چھوڑ کر آئے تھے بڑی بھلی لگی۔ بس انہوں نے اپنے گرجاؤں میں۔ ماں بیٹے اور آسمانی باپ کے مجسمے نصب کر دائے اور انکو پوجنے لگے۔ مگر ہمارا قرآن کہتا ہے۔

لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ثالث ثلاثۃ - ۷۲ مایدہ کا۔ یعنی وہ لوگ

بھی کافر ہیں جو کہتے ہیں کہ خدا تین ہیں کا تیسرا ہے۔

اسلام کیخلاف سازش۔

اسی طرح تیرہ سو سال پہلے ایک یہودی ابو سودا نے دیکھا کہ توحید پرستوں کا اسلام جنگل کی آگ کی طرح پھیل رہا ہے۔ اور مسلمان ساری دنیا کے وارث بنے جا رہے ہیں۔ تو عبداللہ ابن سبا کا نام سے مسلمانوں میں گھس آیا اور عراق بصرہ اور مصر کے عجمی نو مسلموں میں اللہ کے ساتھ پنجتن پاک کی پرستش کو رواج دے گیا۔ اور بتلایا کہ یہ لوگ در اصل خدا کے اہل بیت ہیں اور ویسے ہی قابل پرستش ہیں۔ انکو پوجنے سے خدا خوش ہوگا اور نجات اخروی کی ضمانت ہو جائیگی۔ یہ لوگ قیامت کے دن ہماری شفاعت کرینگے۔ بس کام بن گیا۔ جن لوگوں کے آبائی عقائد ایک سے زیادہ خداؤں کو پوجنے پر مبنی تھے وہ جلد ہی گمراہی کا شکار ہو گئے۔ اور توحید پرستوں سے لڑنے مرنے کو تیار ہو گئے۔

یہ جنگ آج تک جاری ہے اور دونوں آپس میں لڑکر اپنا زور توڑتے رہتے ہیں۔ تا کہ کسی غیر کے غلام بنے رہیں۔ جو گھوڑے اور شیر کی پوجا سے نہ رو کے اور روکا گیا تو یہ سوشلسٹ بنکر اسلام ہی کا جنازہ نکال دیں گے۔

اہل یورپ سے انتقام

آج سے دو سو سال پہلے ایک یہودی سائنسدان نے جس کا نام ڈارون تھا۔ دیکھا کہ اہل یورپ تثلیث کو ترک کر کے اللہ اور آخرت پر ایمان

لا رہے ہیں اور اللہ تعالےٰ ان سے خوش ہو کر انہیں نواز رہا ہے۔ بلکہ دنیا کی حکومت ان کے سپرد کئے جا رہا ہے۔ تو اس نے انجیل و قرآن کی بنیادی تعلیم پر زد لگانے کے لئے مادہ پرستی (EVOLUTION) کا تصور پیش کر دیا تاکہ انسان اور خدا کے درمیان کوئی روحانی تعلق باقی نہ رہے۔ اور لوگ تخلیق آدم کے اعتقاد کو بھول جائیں۔ اس نے بتایا کہ ہزاروں اور لاکھوں سال کی اکھاڑ پچھاڑ میں چند بندروں نے اتنی ترقی کر لی کہ وہ انسان بن گئے اور اس میں اللہ کی کارسازی کو کوئی دخل نہیں ہے۔

اس انکشاف نے عیسائی دنیا کو پھر ایک بار قعر مذلت میں ڈھکیل دیا وہ اپنے اس خدا کو بھول گئے جس نے خوشحالی اور عروج عطا فرمایا تھا۔ اور ڈارون اور اس کے بندروں کے گن گانے لگے۔

برطانیہ کا زوال

مگر اللہ تعالیٰ کو گمراہ بندے نوازنے کی عادت نہیں۔ اس نے اپنے عذاب کا کوڑا چلا دیا۔ برطانیہ کو بیس سال کے عرصے میں دو عظیم جنگیں لڑنا پڑیں جس سے اسکی کمر ٹوٹ گئی اسکی ساری دنیا کی حکومت چھن گئی۔ اب وہ ایک دیوالیہ قوم ہے۔ جسے اس کے چند وفادار غلام تجارتی سہولتوں اور اسلحہ وغیرہ کی خریداری کے ذریعہ پال رہے ہیں۔ جیسے ہمیں دستکاری کے لئے کارتوس درکار ہوں۔ تو برطانیہ سے منگانا پڑتے ہیں۔ اور جنگ کے لئے گولہ بارود ٹینک اور جہاز اس سے خریدنا پڑتا ہے۔ ہمارے امراکو کاریں وہاں سے ملتی ہیں اور ایسی مشینیں جو ہمارے

مزدوروں کو بیکار کر دیں۔ برطانیہ اور امریکہ سے کرائے پر لائی پڑتی ہیں اور ہم بیمار ہو جائیں تو دوا ہیں بھی برطانیہ اور امریکہ سے لائی جاتی ہیں۔ کیونکہ ہمارے ڈاکٹر وہی دوائیں تجویز فرما سکتے ہیں جنکی تعریف انکے پڑانے آتا لکھ کر بھیج دیتے ہیں ایسے ہی نہ جانے کتنے کمیشن ایجنٹ ہمارے معاشرے میں موجود ہیں جو ہمیں انکا محتاج بنائے ہوئے ہیں۔ ہمارے ڈاکٹر سترہ سال پڑھکر (MBBS) کی ڈگری حاصل کرتے ہیں مگر نالائق رہتے ہیں۔ انکی فیس پانچ روپیہ ہوتی ہے۔ مگر یہی ڈاکٹر مقروض ادھار کر کے سسرال کے طرح پر سال بھر کے لئے انگلینڈ چلا جائے تو اسے پچیس روپے فیس لینے کی اجازت مل جاتی ہے۔ اور کوئی پٹاری ساتھ لائے جیسے کارڈیو گرام اور بلڈ پریشر کی مشین تو سارے شہریوں کو ہارٹ ٹیک بتا کر لاکھوں کما سکتا ہے۔

حکومت اور عوام دونوں سمجھتے ہیں کہ برطانیہ اور امریکہ میں ایسی مشینیں موجود ہیں جو گدھوں کو آدمی بنا دیتی ہیں اس لئے اپنے بچوں کو تعلیم کے لئے وہاں بھیجتے ہیں۔ پھر ہمارے نوجوان تلاش معاش میں وہاں جا کر غلامی کرنا۔ ہوٹلوں میں برتن دھونا۔ بسوں کی کنڈکٹری کرنا۔ اپنے ملک میں سو روپیہ کی کلرکی سے بہتر سمجھتے ہیں۔ ہمارے غلام زادے کوٹ پتلون اتارنے کو تیار نہیں۔ مگر کیا کریں اپنے وطن میں بھی کوئی قومی لباس کہاں ہے۔ جسے اپنا سکیں۔

امریکہ کی تباہی

اسی طرح امریکہ جو دنیا کا خوش حال ترین ملک تھا یہودیوں کو خود پر مسلط کر کے گمراہی کی راہ پر پڑ لیا تو اسکی دولت خاک میں ملانے کے انتظامات ہو گئے۔

دکھسمجھا کہ آزاد ملکوں کو قرضوں میں پھانس کر غلام بنایا جا سکتا ہے۔ اور انکی اولادوں سے سود وصول کیا جا سکتا ہے مگر آج ساری مقروض قومیں اسے آنکھیں دکھا رہی ہیں۔ کوریا کی جنگ میں جو شکست کھائی تھی اس سے سبق لیتا تو شاید سدھر جاتا۔ مگر اللہ تعالےٰ سود خوروں کو بھی پسند نہیں کرتا۔ اس نے انکی عقلوں پر پردے ڈال دیئے اور یہ اپنی بہادری کے زعم میں ویت نام میں جنگ چھیڑ بیٹھے۔ اور اب چلا رہے ہیں کہ ہمارے چالیس ہزار فوجی مارے گئے۔ تین لاکھ اپاہج ہو گئے ہیں۔ اور اس پر ہمارا ایک سو بلین ڈالر (تقریباً دس ارب روپیہ) صرف ہو چکا ہے۔

یعنی اب امریکہ کی مالی حالت بھی خراب ہو گئی ہے جنگی قوت بھی زائل ہو چکی ہے۔ اندرونی خلفشار اور خانہ جنگی کا الگ ڈر ہے وہاں حبشی منظم ہو رہے ہیں۔ آپ سے پوچھیئے کہ آپ چاند پر جا کر واپس آنا جانتے ہیں پھر جنگ میں گھس کر نکلنا کیوں نہیں جانتے۔ آپ سے جنگ میں گھسنے کو کس نے کہا اس وقت آپکی عقلمندی کیا گھاس چرنے گئی تھی۔ اب اپنے استاد ڈارون سے پوچھیئے کہ مادہ حرکت میں آ جاتا ہے۔ تو اسے روکا کس طرح جاتا ہے۔ پھر اس روکنے والے سے رجوع کیوں نہیں کرتے۔ یہودیوں کے ہاتھوں میں کیوں کھیل رہے ہیں۔ جو اپنے کارخانے چلانے کے لئے جنگ جاری رکھنا چاہتے ہیں۔

ایشیا کو تباہ کرنیکی تجویز

پھر گذشتہ صدی میں ایک بیمار دماغ یہودی جرمن نے جو زندگی

بھر اپنے لئے دو وقت کی روٹی حاصل کرنے سے معذور۔ غربت و افلاس میں ایڑیاں رگڑ رہا تھا۔ خدا سے بغاوت پر اتر آیا اور مادہ پرستی پر ایک کتاب لکھنے بیٹھ گیا جس میں خدا کی خدائی سے انکار۔ معاشرے سے بغاوت سرمایہ داری اور خوشحالی سے نفرت کرنیکے اصول قلمبند کر ڈالے اور اس طرح اپنے دل کا بغض اور کینہ دوسروں تک پہنچا کر اللہ کے خوشحال بندوں سے انتقام لینے کے طریقے سکھا گیا۔ جسے روسیوں نے سب سے پہلے قبول کیا۔ اور اسے ایشیا میں پھیلانے کا بیڑا اٹھا لیا۔ روسی اطلاعات کے ضمیمہ ۵ میں اسکی تعریف اس طرح کی گئی ہے۔

جدلیاتی اور تاریخی مادیت کے قوانین کا انکشاف کر کے مارکس اور اینگلز نے فلسفہ کی دنیا میں انقلاب برپا کر دیا۔ مارکس کے پہلے مادہ پرستوں نے مادی تصورات کو نشوونما کے نظریہ سے منسلک نہیں کیا اور وہ مادیت کو سماجی رشتوں کے دائرے تک وسیع نہ کر سکے ۵

یعنی ڈراون کی مادہ پرستی میں جو خامیاں رہ گئی تھیں وہ نہیں کارل مارکس نے پورا کر دیا۔ اور اس میں جدلیاتی مادیت کے قوانین کا اضافہ کر کے روسیوں کو دیدیا کہ یہ قیامت تک آپس میں ایک دوسرے سے برسر پیکار رہیں۔ اور جو قوت حاصل کرلے وہ دوسروں کو قتل کرتا رہے۔ مادیت کا قانون ہے۔ کہ ..... صرف زبردستوں کو جینے کا حق ہے۔"

چنانچہ اشتراکی دنیا میں ان قوانین کو انجیل مقدس کا درجہ حاصل ہے۔ اور انکے خالق کو خدا سے کم نہیں سمجھا جاتا۔ ان قوانین کی تعریف

ہیں سکتے ہیں۔

روسی انقلابیوں کی کئی نسلوں نے مارکس کے لئے عظیم ترین احترام کا اظہار کیا ہے۔ کیوں کہ مارکس کی تعلیم ایک طاقتور تجرباتی ہتھیار رہی ہے۔ جیسے ہماری لینن کمیونسٹ پارٹی نے اپنی تمام سرگرمیوں مثلاً

۱۔ زارشاہی کے خلاف جدوجہد کے لئے

۲۔ پرولتاری انقلاب کی فتح کے لئے

۳۔ مادر وطن کی آزادی۔ وخود مختاری کے لئے

۴۔ اشتراکیت کی تعمیر کے لئے۔

۵۔ اور کمیونزم کی حتمی فتح کے لئے اپنی بہادرانہ جدوجہد کے ہر مرحلہ میں تخلیقی مارکسزم لینن ازم کے اصولوں سے رہنمائی قبول کی ہے۔

مطلب یہ کہ مارکس صاحب کا دیا ہوا یہ ہتھیار مذکورہ پانچ موقعوں پر کامیابی کے ساتھ استعمال ہو چکا ہے۔ اس لئے ماننا پڑے گا کہ یہ ایک کامیاب ہتھیار ہے۔ جس سے یہ لوگ اپنے ہی بھائی بندوں کو لاکھوں اور کروڑوں کی تعداد میں قتل کرتے رہیں گے۔ جیسے کامریڈ اسٹالن نے اس ہتھیار کو استعمال کر کے تیس سال تک خدائی کر کے دکھا دی۔

چنانچہ ہمارا قرآن حکیم بھی کہتا ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنے نافرمان بندوں کو قتل کرنے کے لئے آسمان سے فرشتوں کی فوج نہیں بھیجتا۔ وہ انہیں آپس میں لڑا کر کمزور کر دیتا ہے۔ تاکہ وہ اپنے زخم چاٹتے رہیں۔

اور دنیا اطمینان سے رہے۔ ورنہ اشتراکیت کا فساد آج ساری دنیا میں پھیل چکا ہوتا۔ اور لوگ ہٹلر کی ہوس جہانگیری کو بھول جاتے۔ مگر جیسا کہ فرمایا گیا ہے۔ وَاللّٰہُ لَا یُحِبُّ الْمُفْسِدِیْنَ۔ یعنی اللہ فساد مچانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ وہ انکو آپس میں لڑا دیتا ہے۔

تاکہ باہم ایک دوسرے سے خائف رہ کر سکنت کی زندگی گذاریں اور تم دیکھ رہے ہو کہ یہی جدلیاتی اور تاریخی مادیت اب چین نے بھی سیکھ لی ہے اور چینیوں کے خدا ماؤزے تنگ اپنی بہتر کروڑ آبادی کی دھمکی دیتے ہیں۔ تو روسیوں کی نیند اڑ جاتی ہے۔ کبھی امریکہ سے مدد مانگنے لگ جاتے ہیں کبھی جرمنی سے صلح کی باتیں کرنے لگتے ہیں۔ اب دیکھنا ہے کہ کس کی جدلیات کامیاب ہوتی ہیں۔ مگر سنا ہے چین میں بھی حال ہی میں کچھ جدلیات ہو گئی ہیں

ماؤزے تنگ اور لیوشاؤچی میں خدائی کا جھگڑا ہوا اور کئی لاکھ کامریڈ آپس میں لڑ مرے اس سے روسی محاذ پر خاموشی طاری ہو گئی ہے۔

اچھا بھئی میں نے کہا کہ اب اگلے اتوار کو انشاء اللہ تمہیں جوزف اسٹالن کی شخصیت کے بارے میں بتلاؤنگا۔ جو تیس سال تک روسیوں کا خدا بنا رہا۔ اور کسی کو دم مارنے کی جرأت نہ ہوئی۔ ہاں وہ مر گیا تو اسکی لاش کو جلا کر انہوں نے اپنے دل کا پھپھولے پھوڑ لئے اور تھوڑا سا سکون حاصل کر لیا ہے۔

شخصیت پرستی

دوسرے اتوار کو لڑکوں نے یاد دلایا کہ

آپ نے فادر اسٹالن کے بارے میں بتانے کا وعدہ کیا تھا۔

میں نے کہا ہاں تم سب جانتے ہو کہ انسان پیدائشی طور پر عبودیت کا بھوکا ہوتا ہے۔ یعنی وہ کسی کو پوجنا چاہتا ہے۔ اور اس سے سہارا لینا چاہتا ہے۔ جیسے بچپن میں اسے ماں باپ کا سہارا حاصل تھا۔

اور جب اپنے پیدا کرنے اور پالنے والے کی طرف صحیح ہدایت نہیں پاتا تو دنیاوی خدا تلاش کر لیتا ہے۔ اور ان سے چمٹے رہنے میں عافیت محسوس کرتا ہے۔ اس طرح کسی کو رام مل گیا کسی کو گوپال اور کوئی اٹکل کتنا بنا لیتا ہے کوئی دستگیر اور داتا سے چمٹ کر رہ جاتا ہے۔ روسیوں کو فادر جیسس کو پوجنے سے منع کیا گیا تھا انہوں نے فادر اسٹالن کو پوجنا شروع کر دیا۔ کیونکہ وہ ملک پر اپنی پوری قوت سے حاوی ہو چکا تھا۔

لیکن بجاسویں سالگرہ کے موقعہ پر کمیونسٹوں کو اعتراف کرنا پڑا۔ کہ وہ اور ان کے عوام دونوں دھوکا کھا گئے تھے۔ چنانچہ ضمیمہ ۲ میں لکھتے ہیں۔

کمیونسٹ پارٹی نے یہ ثابت کر دیا کہ وہ عوام کے تجربات کی نظریاتی تعمیم کرنے پر صحیح سیاسی نعرے پیش کرنے اور غلطیوں کو بے نقاب کرنے اور انہیں درست کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔

اشتراکی جمہوریت کو مزید فروغ دینے کی پالیسی پر عمل کرتے ہوئے بیسویں پارٹی کانگرس نے اسٹالن کے مسلک کی بھرپور مذمت کی جس میں فرد واحد کے رول کو بیجا طریقے پر بے پناہ اہمیت دی جاتی تھی۔ یہ ایسی بات ہے جس کا مارکسزم اور لینن ازم سے کوئی تعلق نہیں مثلاً بے حجابی دیکھئے میں نے کہا کہ تیس سال تک کمیونسٹ پارٹی کو معلوم نہ ہو سکا کہ اسٹالن کیا کر رہا ہے۔ اور کیوں کر رہا ہے اور بابا اسے روکا جا

سکتا ہے۔ مگر وہ مرگیا تو پارٹی نئے نعرے پیش کرنے لگی اور اسٹالن کی غلطیوں کو بے نقاب کرنے اور انکا ازالہ کرنے کی صلاحیت والی بن گئی اور اس پر ناز بھی فرمایا جا رہا ہے۔

یعنی بیسویں پارٹی کانگریس میں اسٹالن کے مسلک کی بھرپور مذمت کی گئی اور بتلایا گیا کہ اس نے فرد واحد کا رول بیجا طریقے پر استعمال کرکے بے پناہ اہمیت حاصل کرلی تھی آئندہ ایسا نہ ہونے دینا چاہیے۔ مگر اس سے فائدہ..؟

تیس سال تک اسٹالن خدائی کرتا رہا۔ اور آپ شخصیت پرستی فرماتے رہے۔ یعنی اے نادر اسٹالن کہتے رہے۔ پھر فرماتے ہیں۔

اس شخصیت پرستی کا مظاہرہ اجتماعی قیادت کے لینی اصول سے روگردانی اور غیر ضروری تعزیری کارروائیاں اور اشتراکی قانون کی دیگر خلاف ورزیاں ہیں جنہوں نے ہمارے معاشرے کو نقصان پہنچایا ہے

یعنی انکو اب معلوم ہوا کہ شخصیت پرستی سے بڑا نقصان ہوتا ہے یعنی جو شخص پوجا جانے لگتا ہے وہ تعزیراتی کارروائیاں بھی کرتا ہے اور اپنے مخالفوں کو مار مار کر بھس بھر دیتا ہے اور انکے مارکسی لینی قوانین بھلا دیتا ہے۔ اسٹالن نے مارکسزم اور لینن ازم کی دھجیاں اڑا دیں اور اسٹالنزم قائم کردی تو کوئی نہ بولا۔ سب خلاف ورزیاں دیکھتے رہے اور اسے پوجتے رہے۔ کامریڈ اسٹالن اور نادر اسٹالن کہتے رہے۔ لیکن یہ تو بتایئے کہ اسٹالن کی تعزیری کارروائیوں سے روسی معاشرے کو نقصان کیا ہوا اور کتنا ہوا۔ یقیناً زیادہ نقصان ہوا ہوگا۔ جبھی تو آپ نے ایسا سخت انتقام لیا کہ بیچارے کی لاش کھود کر نکال لی اور اسے جلا دیا پھر راکھ کو ہوا میں منتشر کردیا۔

یقیناً آپ بڑے بہادر ہیں اور آپ کی پارٹی بھی تگڑی ہے کہ دل کا بغض نکالنے اور کینہ و نفرت کو ظاہر کرنے کے لئے ایسی حرکت بھی کر سکتی ہے۔ جس پر عقل رونے کی بجائے ہنسے اور مادیت کے دعویدار جو روح کے قائل نہیں آپکی اس روحانی بیماری اور کینہ توزی پر شرم سے سر جھکالیں۔ ذرا بتلائیے تو اس سے آپ کو کیا ملا۔ یا انکو کیا حاصل ہوا جو اسٹالن کے مظالم کا شکار ہوئے تھے۔

جھوٹ کا طومار

چھوٹے لڑکے نے پوچھا۔ یہ تو بتائیے کہ اسٹالن کا تصور کیا تھا۔ میں نے کہا بھئی اتنا کچھ سننے اور جاننے کے بعد ضروری تھا کہ اتم خود ان کتابچوں کو پڑھکر اپنی معلومات بڑھاتے۔

کہنے لگا بابا انکو پڑھنا اور سمجھنا بڑا مشکل ہے۔ معلوم ہوتا ہے کوئی پاگل جس کے دماغ میں چند موٹے موٹے الفاظ جم کر رہ گئے ہیں انہی کو گھما پھرا کر بار بار لکھتا چلا جاتا ہے۔ جیسے مارکسزم لینن ازم بالشویزم اشتراکی انقلاب کمیونسٹ انقلاب محنت کش عوام پر دستاری نظام سامراجی نظام استحصالی نظام مزدور کسان انقلاب وغیرہ وغیرہ۔

اور مجھے اس توضیح پر ہنسی آگئی۔ بیچارہ پندرہ سال کا لڑکا پروپیگنڈے کی ٹیکنیک کیا جانے کہ جھوٹ کو سچ کر دکھانے کے لئے کیا کیا کرنا پڑتا ہے۔ اور اسے کس کس طرح خوبصورت الفاظ میں بار بار دہرانے کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ عوام کے دماغ میں بیٹھ جائے اور وہ اسے حقیقت سمجھ بیٹھیں۔ میں نے کہا ہاں جھوٹ بولنا بھی ایک ہنر ہے اور وہ ہر شخص کو نہیں آتا ایک خاص

مسلم کی ذہنیت کے لوگ یہ پیشہ اختیار کرتے ہیں۔

جیسے ہمارے فلکفار اسلام کو گالیاں دینے کے لئے بعض لوگوں نے کربلا کے قصے گھڑے اور وہ سال بہ سال عوام کو سنائے جاتے ہیں تاکہ وہ ان بزرگوں کو گالیاں دینا بھول نہ جائیں جنہوں نے اسلام پھیلایا تھا اور ان کے بزرگوں کو کبھی زک پہونچائی تھی۔

یہی حال کمیونزم کا ہے۔ یہ اللہ کی نعمتوں سے محروم اور خوشحالی واطمینان کا دشمن طبقہ اپنی نفرت کو پھیلانے اور اپنے بزرگوں کی ناکامیوں کا انتقام ساری انسانیت سے لینے کے لئے وہی ٹیکنیک استعمال کرتا ہے۔

مگر صحیح دماغ رکھنے والے سلامتی پسند نوجوان جو اللہ کی نعمتوں سے بہرہ ور بھی ہوں اس پروپیگنڈہ کا شکار نہیں ہوتے اور کیسے ہو سکتے ہیں۔ جب وہ دیکھتے ہیں کہ اللہ اپنے نیک بندوں کو نوازتا ہے اور ایسا نوازتا ہے کہ ساری دنیا کی حکومت اور زندگی کی تمام فلاح وبہبود اور خوشحالی ان کے قدموں میں ڈال دیتا ہے۔

ان کو آفات سماوی وارضی سے محفوظ رکھتا ہے اور انکی خوشحالی کا غلغلہ سارے عالم میں پھیلا دیتا ہے۔

اور وہ صرف ناشکروں منکروں اور مشرکوں کی بستیاں ہیں جہاں عذاب الٰہی ہمیشہ منڈلاتا رہتا ہے۔

کبھی ان پر جنگ مسلط ہو جاتی جس میں لاکھوں اور کروڑوں ظالم وگمراہ افراد مع اپنے بال بچوں اور اثاثوں کے تباہ ہو جاتے ہیں۔ کبھی انکی طرف طوفان اور سیلاب بھیجا جاتا ہے جو جانوں کے ساتھ انکی زندگی بھر کا جمع کیا ہوا اثاثہ اور مال اور مویشی سب بہا لے جاتا ہے اور جو اس سے

پہنچا جاتے ہیں۔ وہ دوسروں کے رحم و کرم پر انکی خیرات پر جینے کے لئے چھوڑ دیئے جاتے ہیں۔ تاکہ اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگیں اور سوچیں کہ یہ سب انکے کن گناہوں کی سزا ہے۔

بعض شہروں میں زلزلے آتے ہیں اور ہزاروں افراد زندہ دفن ہو جاتے ہیں جن میں چند جو زندہ بچ سکیں بچا بھی لئے جاتے ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ اپنے گنہگار بندوں کو جو سب سے کم سزا دیتا ہے۔ وہ قحط اور خشک سالی کی ہے۔ ہم پاکستانیوں کو یہ نہ بھولنا چاہیے کہ گذشتہ بیس سال سے ہم امریکی گندم پر جی رہے ہیں۔ تیس لاکھ ٹن گندم ہر سال آجاتی ہے تو ہمارے زعماء عوام کو بتلانے لگتے ہیں کہ ملک گندم کے معاملے میں خود کفیل ہو گیا ہے۔ شاید یہ احسان فراموشی بھی اللہ کو پسند نہیں اس نے جھوٹ بولنے والوں کو حکومت سے ہٹا دیا۔ مگر ۱۹۷۱ء سے امریکہ یہ امداد بند کرنے والا ہے۔ اس وقت دیکھنا ہے ملک کا کیا حال ہوتا ہے۔

ایوب خان نے کہا تھا کہ ایسے دن آنے والے ہیں جب انسان انسان کو کھائیں گے۔ یہ اسی امداد کے بند ہونے کے بعد والے زمانے کی طرف اشارہ تھا۔

امریکہ نے اس کے لئے انہیں خاندانی منصوبہ بندی کا ذریعہ سمجھایا تھا جس پر وہ تن دہی سے کاربند تھے۔ اللہ جانے انکی کوشش کامیاب ہوئی یا نہیں۔ البتہ اللہ تعالیٰ اپنے نت نئے عذابوں سے یہاں کی آبادی کم کرتا جا رہا ہے ممکن ہے اس وقت تک یہ اتنی ہی رہ جائے جتنی اس سرزمین کی پیداوار پال سکتی ہے۔ شاید اسی لئے ہمارے زعماء خونی انقلاب کی باتیں کر رہے ہیں اور کون جانے کہ وہ آ کر ہی رہے۔ جیسا کہ کسی شاعر کا قول ہے ؎

زبانِ خلق کو نقارۂ خدا سمجھو۔

کامریڈ اسٹالن کے جرائم

اسٹالن ایک خاموش طبع اور ہوشیار آدمی تھا۔ اسکی صلاحیتوں کو دیکھ کر لینن نے اسے بولشویک پارٹی کا سیکریٹری مقرر کر دیا۔ وہ اپنا کام بڑی لگن اور جانفشانی سے انجام دیتا تھا۔ اس نے جلد ہی پارٹی کو بے حد مضبوط بنا لیا۔ اسکی ہر دلعزیزی کو دیکھ کر خود لینن اس سے خائف رہنے لگا تھا۔

۱۹۲۳ء میں لینن مرا تو ٹراٹسکی اسکی جگہ سربراہ مملکت ہوا یہ بڑا ہوشمند اور خود اعتماد شخص تھا۔ مگر مکاری جسے سیاسی زبان میں ڈپلومیسی کہتے ہیں اسے نہ آتی تھی اس نے اسٹالن پر بھروسہ کر کے کنٹرول کمیشن کا سیکرٹری بنوا دیا اس سے اسٹالن کو حکومت اور پارٹی دونوں میں دخل اندازی کا موقع مل گیا اور اس نے اپنے اعتماد کے آدمی کلیدی عہدوں پہ بھیجنے شروع کر دیئے اور زیادہ دن نہیں گذرے تھے کہ ٹراٹسکی کو غدار قرار دیکر ملک سے نکال دیا۔

پھر فوج پر ایک کمزور شخص وارشلوف کو سربراہ بنا کر اپنے زیر اثر کر لیا۔ اس طرح چار سال کے مختصر عرصے میں اسٹالن سارے روس کے سیاہ و سفید کا مالک بن بیٹھا۔ اگر پوائنٹر یا کر کا وہ خط جو اخباروں میں شائع ہوا ہے صحیح ہے تو روسیوں کا اسٹالن سے نفرت کرنا خواہ مرنے کے بعد ہی کیوں نہ ہو بے وجہ نہیں۔ وہ بتلاتا ہے۔

اسٹالن نے فوج کے تقریباً اسی فیصد اعلیٰ افسروں کو قتل کر دیا۔ یا سائبیریا میں غلاموں کی زندگی بسر کرنے کے لئے جلا وطن کر دیا تاکہ فوج میں

کبھی بغاوت نہ ہو سکے۔ اور ان کے ساتھ ان کے بیوی بچوں کو بھی نہ چھوڑا کہ مبادا کوئی انکی بیگناہی ثابت کرنے کھڑا ہو جائے۔

۲۔ اپوزیشن کے تمام افراد کو گرفتار کر کے قتل کروا دیا یا ملک بدر کر دیا۔ تاکہ حکومت کے خلاف کوئی آواز نہ اٹھے

۳۔ انٹیلیجنس سروس کے اعلیٰ افسروں کو وقتاً فوقتاً قتل کرواتا رہا تاکہ پولیس پر اسکی دھاک رہے کہ اسٹالن کی خفیہ پولیس ان سے بھی زیادہ تیز ہے۔

۴۔ پھر اس تطہیر کا دائرہ وسیع ہوا تو سائنسدانوں۔ صنعت کاروں ماہرین مالیات وزراعت بلکہ بڑے بڑے ادیبوں۔ موجدوں، انجینئروں حتیٰ کہ ہائیکورٹ کے ججوں کو جنہوں نے کبھی کسی بے گناہ کو سزا دینے میں پس وپیش کیا موت کے گھاٹ اتار دیا۔ تاکہ دوسرے ڈر جائیں اور کبھی اس کے حکم سے سرتابی نہ کریں۔

۵۔ جنگی کیمپوں میں ہزاروں اور لاکھوں قیدیوں کو گولیاں مار کر بھون ڈالا تاکہ انکی خوراک بچے اور لاکھوں روسی قیدیوں کو دشمن سے واپس لینے سے اس بہانے انکار کر دیا کہ روسی قانون میں دشمن کا قیدی بن جانا بھی ملک سے غداری ہے۔ اور غداروں کو لاکر پالنا ہمارا شیوہ نہیں اس طرح دشمن کو ترغیب دی کہ وہ بھی روسیوں کو قتل کر کے اپنا بوجھ ہلکا کرلے۔

۶۔ اسٹالن نے بلقان یعنی یوگوسلاویہ رومانیہ البانیہ کی مسلم آبادی خاصکر تاتاریوں کو بالکل ختم کر دیا۔ روسی ترکستان اور خراسان یعنی بلخ بخارا، تاشقند۔ آذربائیجان میں مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی

اور وہاں روسیوں کی بالادستی قائم کردی۔

کہا جاتا ہے کہ اسٹالن نے اپنے تیس سالہ دور اقتدار میں تقریباً تیس ملین (۳۰،۰۰۰،۰۰۰) کا مریڈوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ گویا ماہانہ اسی ہزار یا ساڑھے ہزار افراد یومیہ کی رفتار سے قتل کا بازار گرم رکھا۔ جسے پچاسویں سالگرہ کے ضمیمہ میں صرف ہیجانگیزی کارروائیاں کہا گیا ہے جس سے اپنے جرائم کی بھی پردہ پوشی مقصود ہے۔ کیونکہ یہی لوگ اسے خدا بنائے ہوئے تھے اور اس کی زندگی میں اس سے خوش تھے۔

اسٹالن کا کردار

دوسری جنگ عظیم ۳۹ء تا ۴۵ء میں اسٹالن کا کردار یہ رہا کہ پہلے اس نے جرمنی اور جاپان سے ساز باز کر کے ساری دنیا کو آپس میں بانٹ لینے کا منصوبہ بنایا۔ پھر اپنی فوجوں کی کمی بلکہ انکی بیدلی اور بزدلی کا حال دیکھ کر کہ وہ آگے بڑھنے کو تیار نہ تھیں جبکہ جاپان اور جرمنی علاقوں پر علاقے فتح کرتے چلے جاتے تھے۔ اور روس کی سرحدوں کے قریب آرہے تھے۔ اسٹالن نے ان سے اپنے معاہدے توڑ کر فوراً اتحادیوں یعنی برطانیہ اور امریکہ سے گٹھ جوڑ کر لی اور ہٹلر کو آگے بڑھنے سے روکنے کے لئے ان سے مدد کا طالب ہوا۔ امریکہ نے کروڑوں روپیہ کا اسلحہ اور متعدد جنگی جہاز دیدیئے تو سامراجیوں کے ساتھ ہو گیا۔ اور سرمایہ داری کی خرابیاں بھول گیا۔

ہٹلر کو مجبوراً برطانیہ کو چھوڑ کر روس پر حملہ کرنا پڑا کیونکہ ناقابل اعتبار دوست سے چھٹکارا پانا بھی ضروری ہوتا ہے۔ مگر ان واقعات کو

روسیوں کی زبانی سُنو۔ سنر مانے ہیں۔

کامریڈوں کی بہادری

سوویت عوام نے اپنے اشتراکی ملک اور عظیم اشتراکی انقلاب اکتوبر کے ثمرات کا کامیابی کے ساتھ دفاع کیا۔ نازیت کے پرچھڑا دیئے گئے اور جنگ جہاں سے چلی تھی وہیں ختم ہو گئی۔ شکست خوردہ نازی فوجوں نے غیر مشروط طور پر ہتھیار ڈال دیئے۔ جنگ باز جاپان نے بھی شکست کھائی۔ جنگی مجرموں پر مقدمے چلائے گئے۔ اور انہیں قرار واقعی سزا دی گئی۔ ضمیمہ ص۸

گویا بہادری میں روسیوں کا کوئی ثانی نہیں ان کے کامریڈوں نے نہ صرف جرمنی کو شکست دی بلکہ جاپان کو بھی ہرایا۔ مگر یہ محض بے شرمی کا مظاہرہ ہے اسے جھوٹ بھی نہیں کہا جا سکتا۔

(LEND LEASE)

یہاں نہ امریکہ سے ملی ہوئی لینڈ اینڈ لیز امداد کا ذکر کیا نہ اتحادی فوجوں کی یلغار کو ظاہر ہونے دیا کہ جرمنی پر چاروں طرف سے حملہ ہوا تھا۔ جس میں فرانس، برطانیہ اور امریکہ کی فوجیں تین طرف سے بڑھیں نور وسی بھی حصہ لگانے پہنچ گئے اور جرمنی کی تقسیم میں چوتھا حصہ حاصل کر لیا۔ اور شاید تم نے یہ بھی سنا ہو کہ برطانوی فوجوں میں ہندوستانی بھی انگریزوں کے دوش بدوش تھے۔ اور جاپان کو صرف امریکہ نے دو ایٹم بم گرا کر مطیع کر لیا تھا اس میں روسیوں کو ڈینگ مارنے کا کوئی موقعہ نہ تھا۔ مگر آپ بتلا رہے ہیں۔ جیسے سارا کام کامریڈوں نے کر ڈالا ہے۔

پھر ذرا یہ دکھ بھری داستان بھی سن لو۔ فرماتے ہیں۔

اس جنگ کی وجہ سے سوویت عوام کو بھاری جانی اور مالی نقصانات اٹھانا پڑے دو کروڑ سے زیادہ سوویت باشندے میدان جنگ میں ہلاک ہوئے شہروں اور دیہاتوں کے کھنڈرات کے نیچے زندہ دفن ہو گئے۔ نازی ڈاکوؤں کے ہاتھوں قتل ہوئے یا نازی نظربندی کیمپوں میں اذیتیں دے دے کر مارے گئے کوئی ایک کنبہ مشکل سے ملیگا جس کو جنگ کے دوران اپنے کچھ نہ کچھ لوگوں کو موت کا صدمہ نہ پہنچا ہو۔ اس جنگ میں مادی نقصان بھی بے پناہ ہوا۔ نازیوں نے ہمارے ستر ہزار سے زیادہ شہروں مزدوروں کی بستیوں اور دیہاتوں کو راکھ کا ڈھیر بنا دیا۔ ملک کی کوئی تیس فیصد دولت ضائع ہو گئی۔ نازی حملہ آوروں نے ہماری سرزمین پر جس زبردست پیمانے پر ظلم ڈھایا اور زیادتیاں کیں اسکی نظیر تاریخ میں نہیں ملتی۔ ضمیمہ ۳

جی ہاں ہٹلر کے مظالم کی نظیر تاریخ میں نہیں ملتی مگر آپ کی بہادری کی نظیر بھی ملنا دشوار ہے۔ کہ جب ہٹلر کی فوجیں شہر کے بعد شہر فتح کرتی آگے بڑھیں تو آپ اپنے شہروں کو خالی کرتے اور کھانے پینے کی چیزیں جلاتے ہوئے پیچھے بھاگے۔ اور آپکے نادر اسٹالن صاحب اپنی فوجوں کے ساتھ برفانی علاقوں میں جاکر روپوش ہو گئے۔ شاید جانتے تھے کہ بھوکے پیاسے نازی انہیں پا جائیں گے۔ تو زندہ ہی بھون کر کھا جائینگے۔

پھر کسلمند اور خستہ حال نازیوں پر روسی برف باری آسمانی عذاب بن کر نازل ہوئی اور انہیں تباہ کر ڈالا۔ حیرت ہے کہ آپ نے یہ دعویٰ

نہیں کیا کہ وہ بربادی بھی آپ ہی نے کروائی تھی۔

مگر ہم اسے مکافات عمل اور قانون قدرت کا نفاذ کہتے ہیں
ہمارا اللہ فساد اور ظلم کو پسند نہیں کرتا۔ وہ مفسدوں اور ظالموں کو آپس میں لڑا کر دونوں کا زور توڑ دیتا ہے۔ اس کا ذکر ہمارے قرآن حکیم میں اس طرح کیا گیا ہے۔

قل ھو القادر علی ان یبعث علیکم عذابا من فوقکم او من تحت ارجلکم او یلبسکم شیعا و یذیق بعضکم باس بعض (۶۵۔ انعام) یعنی کہدو کہ ہمارا اللہ قدرت رکھتا ہے کہ تم پر اوپر سے عذاب نازل کرے یا تمہارے پیروں کے نیچے سے یا تمہیں فرقوں فرقوں میں بانٹ کر ایک دوسرے سے لڑا دے اور ایک دوسرے کے عذاب کا مزہ چکھا دے۔

جیسے تم نے سنا ہوگا کہ برطانیہ نے دنیا بھر کے مسلمانوں کو غلام بنا رکھا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس کے چنگل سے نکالنے کے لئے ہٹلر کو بھیجا جس نے برطانیہ کو مار مار کر اسکی کمر توڑ دی۔ پھر اسٹالن کے ایک تہائی دنیا پر قبضہ کر لینے کے خواب کو خاک میں ملانے کے لئے اسے روس بھیجدیا اور جب وہ مشیت الہٰی کے مطابق اپنا کام کر چکا تو اسے بھی تباہ کر دیا۔ تاکہ دنیا کی دوسری قومیں چند روز اطمینان کی زندگی گذار سکیں۔

یہ ہمارے پالنے والے کا انتظام ہے اب آنٹی جی بتلائیں کہ ان کے خدا کارل مارکس صاحب اس قانون قدرت کا بھی کوئی توڑ اپنی کتاب میں لکھ گئے ہیں یا نہیں۔ ایسی جنگوں کو روکنے کا کوئی گر سکھا گئے ہوں تو امریکہ کو سمجھا دیجئے وہ ویٹ نام کی جنگ میں بری طرح پھنسا ہوا ہے۔ اور نہیں جانتا کہ اس سے کیسے نکلے۔ مگر شاید آپ انتظار

کر رہے ہیں کہ وہاں کسی کی جیت ہو تو اسے اپنی فتح کہہ کر بغلیں بجانے لگیں۔ جیسے آپ نے لکھا کہ جنگ باز جاپان بھی آپ کی وجہ سے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو گیا تھا حالانکہ دنیا جانتی ہے کہ جاپان کو امریکی ایٹم بم نے ہتھیار ڈالنے پر مجبور کیا۔ پھر امریکی فوجوں نے وہاں پر اتر کر انکے بادشاہ کی خدائی ختم کردی۔ جو صدیوں سے سورج کے بیٹے کے نام سے پوجا جاتا تھا۔ اب وہ انسان بن چکا ہے۔ اور انسانوں کی طرح رہتا ہے اور جاپانی عوام آسمانی خدا کو پہچاننے کے قابل ہونے جا رہے ہیں۔

اسی طرح پاکستان میں ہمارے صدر ایوب کو اسٹالن بننے کا خواب دکھائی دینے لگا۔

کبھی کہتے تھے، کہ وہ شیر شاہ سوری کے جانشین ہیں اور کبھی تبلانے کہ راجہ اشوک ان کا جد اعلیٰ تھا۔ اس لئے ٹیکسلا انکی راجدھانی بنا اور حکمران کا خاندانی نشان ہو گیا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ۶۵ء کی جنگ مسلط کر کے تبلا دیا کہ وہ محض راجہ پورس کی اولاد تھے اور جب وہ پورس کے ہاتھی کی طرح براہ برطانیہ اور امریکہ بچاؤ بچاؤ چلاتے ہوئے تاشقند پہنچے اور وہاں ساری دنیا کے نمائندوں کے آگے ایک ہندو بنئے کے آگے معاہدہ امن کی اجابت کر دی تو غیور پاکستانیوں نے اپنی رسوائی کا مواخذہ کر کے انہیں صدارت سے ہٹنے پر مجبور کر دیا۔

لیکن روس میں اتنی بھی آزادی ۔۔۔ عوام کو حاصل نہیں۔ وہ نہیں کروڑ روسیوں کے قاتل اور ہٹلر کی فوجوں سے ڈر کر بھاگ جانے والے اسٹالن سے کوئی مواخذہ نہ کر سکے۔

البتہ اس کے مرنے کے بعد اسکی لاش کو جلا کر اپنے دل کی بھڑاس

نکال لی۔ لیکن اس سے شخصیت پرستی کا خاتمہ نہیں ہوتا۔ جب تک وہاں مادہ پرستی موجود ہے۔ یہ لوگ نئے نئے خداؤں سے دوچار ہوتے رہیں گے۔ کوئی اور اسٹالن پیدا ہوگا تو اسے پوجنے لگیں گے ورنہ کارل مارکس اور لینن کو تو پوجتے ہی ہیں۔ اور ہمارا قرآن حکیم فرماتا ہے۔

واللہ لا یہدی القوم الکافرین ۔ یعنی اللہ کسی ناشکری قوم کو ہدایت کا راستہ نہیں دکھاتا۔

کامریڈ عقل کے دشمن ہیں

اتوار آیا تو لوگ ناشتہ کی میز ہی پر مصر ہو گئے کہ باتیں شروع ہو جائیں اور میں نے انہیں اللہ کی عظمت اور اس کی کارسازی سمجھانے کی کوشش شروع کر دی۔

میں نے کہا کہ دنیا میں اطمینان کی زندگی بسر کرنے کے لئے انسان کو کھانے کپڑے اور مکان کے علاوہ بھی بہت سی چیزیں درکار ہوتی ہیں جیسے بچوں کو صحت کے زمانے میں کھیل کود تفریح اور تعلیم کی اور بیمار ہو جائیں تو ڈاکٹروں اور دواؤں کی۔ اور تم جانتے ہو کہ صحت اور بیماری پر انسان کا اختیار نہیں بیماری کا علاج تو کیا جا سکتا ہے مگر بیماری کو آنے سے روکا نہیں جا سکتا۔ اور جب بیماری آجاتی ہے تو انسان بیماری بھیجنے والے کو یاد کرنے لگتا ہے۔

اتنے میں ایک صاحب بولے کہ آجکل بیماریوں کو روکنے کی دوائیں بھی ایجاد ہو گئی ہیں۔ جیسے چیچک کا ٹیکہ لگانے سے چیچک نہیں نکلتی اور پولیو کے ٹیکوں سے ٹی بی کو روکا جا سکتا ہے۔

میں نے کہا ہاں چیچک سے چند بدقسمت بچوں کو بچانے کے لئے ساری

تم کو گائے کی چیچک کے جراثیم اپنے جسم میں داخل کروانے پڑتے ہیں۔ اور پولیو سے تھوڑے سے بچوں کو بچانے کے لئے ہماری نئی نسل کو پولیو کے ٹیکے لگانا پڑ رہا ہے تاکہ امریکی دوا کی نکاسی ہو۔ اور شاید اسی کا نتیجہ ہے۔ کہ سرگودھا پی اے ایف کالج کے لئے کراچی سے بیس طلبا لینے کی منظوری دی گئی تو اٹھارہ سو امیدواروں میں سے صرف دس بارہ فٹ نکلے۔ باقی معیاری صحت سے محروم تھے۔ جن میں سے تم بھی ایک ہو۔

یعنی کسی کی بصارت خراب تھی کسی کی صحت اور کسی کی دماغی صلاحیت اس معیار کی نہ تھی۔

اور کیا چیچک اور پولیو سے بچنے والے بچے ملیریا نمونیا۔ ٹائیفائیڈ۔ ڈپ تھیریا۔ میں نہیں مرتے اور ٹی بی سے بچ جانے والے کینسر۔ طاعون ہیضہ یا بلڈ پریشر اور ہارٹ فیلیور سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔

کہنے کا مطلب یہ ہے کہ موت برحق ہے اور بیماری آزاری اور صحت و تندرستی سب اللہ کے ہاتھ میں۔ انسان کے بس میں نہیں۔ اور جو اس سے انکار کرے احمق ہے۔

اسی طرح ایک دوسری مثال لو۔ تم نے یہ طوطا پالا ہے جو دن بھر ٹیں ٹیں کیا کرتا ہے۔ تم اس کے لئے پھل لاتے ہو۔ اسکی دال اور پانی کی فکر رکھتے ہو۔ اس کا پنجرہ صاف کرتے ہو۔ اسے بلی سے بچانے کے لئے اوپر ٹانگتے ہو۔ تو انتی دردسری کیوں کرتے ہو۔ تمہیں طوطا کیا دیتا ہے۔

دیتا تو کچھ نہیں۔ آصف نے کہا۔ مگر مجھے طوطے سے محبت ہے۔

ہاں۔ میں نے کہا۔ میں یہی سننا چاہتا تھا۔ یعنی دنیا میں ایک چیز محبت بھی ہے۔ اور محبت میں نفع نقصان اور بدلہ نہیں دیکھا جاتا۔ آدمی محبت کرنے

پر مجبور ہوتا ہے اور محبت صفت ہی دی جاتی ہے۔ خواہ کسی قسم کی محبت ہو یعنی ماں باپ کی محبت اولاد کی محبت۔ بھائی بہنوں کی محبت۔ دوستوں کی محبت یا جانوروں کی محبت ہو یہ محبت ہمارے دلوں میں ہمارا پیدا کرنے والا ہی ڈال دیتا ہے۔ تم طوطے سے محبت کرتے ہو اور زیبا اپنی گڑیا سے محبت کرتی ہے یہ محبت بدلی نہیں جا سکتی اور محبت کے مقابل ایک اور جذبہ بھی ہوتا ہے۔ جسے نفرت کہتے ہیں۔ زیبا تمہارے طوطے کی ٹیں ٹیں سے نفرت کا اظہار کرتی ہے تو تم اسکی گڑیا کی ٹانگ توڑنے کی دھمکی دیتے ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ محبت اور نفرت دونوں جذبات انسان کو جبلّی طور پر ودیعت کئے گئے ہیں اور وہ ان کے اظہار پر مجبور ہوتا ہے۔

اسی وجہ سے ہم محبت کو روح کی غذا کہتے ہیں اور اگر نفرت بھی غذا ہے تو ایسی غذا ہے جو قیدیوں کو جیل میں دی جاتی ہے اور انہیں مجبوراً کھانا پڑتی ہے۔

اب اگر کوئی مادہ پرست روح کے وجود سے انکار کرے۔ بیماری آزاری یا خوشی اور بے فکری کا تعلق روح سے نہ سمجھے اور کہے کہ مادیت کے قوانین کی رو سے دنیا میں جو کچھ ہے مادہ کے امتزاج کا ظہور ہے۔ روح اور روح کو پیدا کرنے والا کوئی نہیں تو سمجھ لو کہ بیمار دماغ قیدی ہے۔ جس نے جیل کے باہر کا سماں نہیں دیکھا ہے۔ وہ اللہ کی قدرت تخلیق کو کیا سمجھے گا۔ اور نہیں جانتا کہ مادے کے امتزاج میں حرکت پیدا کرنے والا کون ہے۔

آجکل سائنس نے اللہ کے وجود کو سمجھنا اور بھی آسان کر دیا ہے۔ مثلاً انسان نے ریڈیو اور ٹیلی ویژن ایجاد کر کے سینکڑوں اور ہزاروں میل دور ہونے والی باتوں کو سننے اور دیکھنے کا انتظام کر کے خالق کائنات کی خلاقی کی

مزید توثیق کردی ہے۔ فضا کی جو لہریں امریکہ کی خبریں ہمارے ریڈیو پر لاتی ہیں۔ اور جو انسان کے چاند پر اترنے کا منظر ہمارے ٹیلی ویژن پر دکھاتی ہیں وہی لہریں ہمارا حال اس کائنات کے پیدا کرنے والے تک بھی پہنچا سکتی ہے۔ جبھی تو فرماتا ہے کہ میں اپنے بندوں کے اٹھتے بیٹھتے جاگتے سوتے حال سے واقف رہتا ہوں۔ بلکہ ان کے دل میں آنے والے خیالات سے بھی آگاہ رہتا ہوں۔

پھر ایسی قدرت والے مالک کے وجود سے کون انکار کر سکتا ہے جو ہٹلر اور استالن جیسے با جبروت ڈکٹیٹروں کو بھی اسی طرح موت کا مزہ چکھا دیتا ہے جیسے کسی حقیر چوہے یا کیڑے کو مرنا پڑتا ہے۔

معاشرے کے ستائے ہوئے

ایک لڑکے نے پوچھا کہ معاشرے کے ستائے ہوئے لوگ کون ہوتے ہیں۔؟ میں نے کہا۔ معاشرے کے ستائے ہوئے تو تم خود بیٹھے ہو۔ تمہیں کسی نے مسجد سے نکالا تھا جس کی بنا پر نہ صرف مسجد سے بیزار ہو۔ بلکہ اسلام سے بغاوت اور اشتراکیت کی حمایت کرنے والے بن بیٹھے ہو۔

دوسری مثال ان لوگوں کی ہے جو ایوب خان کے دور میں مصیبتیں جھیلتے رہے اور ایوب کے حامیوں کو کروڑپتی بنتے دیکھتے رہے۔ مگر زبان نہ کھول سکے۔ اس نے تحریر و تقریر پر بھی پابندیاں لگا رکھی تھیں۔ اور اپنے دشمنوں کو اپنے گرد جمع کر کے مطمئن تھا۔ کہ وہ رزق جو پیٹ دراز میں کوتاہی پیدا کر دیتا ہے۔ اسے کھانے کے لئے چھوڑ دیں گے۔

چنانچہ عوام بغاوت پر اتر آئے ملک میں ہنگامہ بپا ہو گیا۔ پولیس والے پیٹے گئے۔ بسوں میں آگ لگائی گئی۔ مدرسوں اور کارخانوں میں ہڑتالیں ہوئیں

یورپ میں اس جہالت کا دور دورہ کئی صدیوں سے تھا یعنی پادری راج کرتے تھے اور بادشاہ اور رعایا ان سے خائف رہتے تھے۔

مگر جوں جوں تعلیم عام ہونے لگی اور عوام سوچنے سمجھنے کے قابل ہوتے گئے پادریوں سے انکی بیزاری بڑھتی گئی۔ جنکی کمیونزم نے ان سے نجات دلانے کی امید دلائی تو آنکھ بند کر کے اشتراکیوں کے ساتھ ہو گئے۔ اور وقت آیا تو امیروں نوابوں سرمایہ داروں کے ساتھ پادریوں کا بھی قتل عام کر دیا گیا۔ البتہ تم دیکھو گے کہ انگلستان امریکہ ناروے سوئیڈن وغیرہ جہاں پروٹسٹنٹ مذہب رائج تھا۔ انقلاب نہیں آیا کیونکہ یہ لوگ کیتھلکوں کی طرح مشرک نہ تھے۔

۶۔ اس کے بعد ایشیا میں اپنے مرتوں کہ لوگ جو توحید سے ناواقف تھے اور متعدد دنیاوی خداؤں کو پوج کر تھک گئے تھے۔ اشتراکیت کی مادہ پرستی سے مسحور ہو گئے۔ انمیں چین کے بدھ مت کے پیرو شام عراق خراسان و مصر کے مختلف باطنی اسلام کے فرقے خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

ہند و پاکستان میں اس تحریک کو سب سے پہلے ہمارے شیعہ بھائیوں نے خوش آمدید کہا۔ بعد کو کم علم اور مذہب سے بے بہرہ نوجوان ہیرو بننے اور معاشرے میں اہمیت حاصل کرنے کے لئے شامل ہوتے چلے گئے۔

مگر جیسے جیسے پارٹی کے اندرونی حالات معلوم ہوتے جاتے ہیں۔ یہ لوگ تنگ ہوتے جا رہے ہیں جیسے تمہارا ارشید گروپ کاظمی گروپ سے علیحدہ ہو گیا ہے اور ولی گروپ بھٹو گروپ میں شامل ہونے سے گھبراتا ہے۔

اس طرح ایوب خان کی پرواز ختم کر دی گئی اور اشتراکیت کی فتح کی دھوم مچ گئی۔ مگر کم لوگ جانتے ہیں کہ اس کے پیچھے اصل ہاتھ کس کا تھا۔

۳۔ تیسری مثال ان اقلیتی فرقوں کی ہے جو اپنے غلط عقائد اور ان کے دل آزار مظاہروں کی وجہ سے معاشرے میں ملعون رہتے ہیں اور عوام میں گھل مل نہیں پاتے تو اہمیت حاصل کرنے کے لئے اشتراکیت کی آڑ میں اپنی تخریبی کارروائیاں جاری رکھنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

۴۔ جیسے یہودی فرقہ جو یورپ میں مذکورہ خامیوں کی وجہ سے زمینداری اور انتظامیہ سے دور رکھا جاتا تھا۔ اور جسے بن حیثُ القوم حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ اپنی تحقیر کا انتقام لینے کے لئے اشتراکیت میں شامل ہو گیا۔ اور اتنی شدت سے حصہ لیا کہ اپنا بھی سب کچھ داؤں پر لگا دیا۔ تاہم یہ بات جھٹلائی نہیں جا سکتی کہ انہوں نے عیسائیت کا سکون بھی ختم کر کے رکھ دیا۔

۵۔ یورپ کے رومن کیتھلک عیسائی پروٹسٹنٹ فرقے سے زک کھانے کے بعد ایک دوسرے درجے کے شہری بن گئے تھے۔ اوپر سے ان کا پادری عوام اور حکومت دونوں کی زندگی میں اس درجہ دخیل تھا کہ اگر مرد یا عورت اپنے ہفتہ بھر کے گناہوں کو پادری سے بیان کر کے معاف نہ کروائے تو پادری اسے ذات باہر کر سکتا تھا۔ بلکہ حکومت سے سزا بھی دلوا سکتا تھا۔

اس مذموم رسم کی وجہ سے پادری شہر کے ہر گھر کی حتیٰ کہ شاہی محلات کی تمام کمزوریوں سے واقف ہو جاتا اور نتیجۃً لوگوں کو اس سے خائف رہنا پڑتا۔ کیونکہ وہ انکو بدنام یا رسوا بھی کر سکتا تھا۔

اس لئے میرا مشورہ ہے کہ تم سوشلسٹوں کے ساتھ کام کرو مگر ان کے ہاتھوں میں کھلونہ نہ بن جاؤ انکے عزائم معلوم کرو اور دیکھو کہیں وہ تمہیں آگے کر کے اپنے مقاصد حاصل کرنے کی نہ سوچ رہے ہوں۔ جیسے روس میں پرولتاری نے کسانوں اور مزدوروں کو استعمال کیا اور پھر انکو بھی نہ بخشا۔ آج کسان بھی مزدور ہے اور مزدور بھی پچاس سال پہلے کے مزدور سے بہتر نہیں۔ وہ اپنے گھر کا کھانا کھاتا تھا۔ اور اپنے بیوی بچے پالتا تھا۔ اب اس کے بیوی بچے حکومت پالتی ہے۔ اور اکثر بچوں کو پتہ بھی نہیں چلتا کہ ان کا باپ کون سا مزدور ہے۔ کیونکہ شوہر بھی سرکاری ہیں بیویاں بھی سرکاری اور بچے بھی سرکاری پیدا ہوتے ہیں یہ مادیت کا قانون ہے جس میں روح اور روحانی محسوسات سے مبرا معاشرہ پیدا کیا جاتا ہے۔ اور انسان کو مشین کی طرح استعمال کیا جاتا ہے۔ اس عذاب سے اللہ بچائے آؤ دعا کریں اور دعا بھی وہ جو اللہ نے سکھائی ہے۔

لا یکلف اللہ نفساً الا وسعھا الخ یعنی اللہ کسی کو اسکی طاقت سے زیادہ تکلف نہیں دیتا۔ جو جیسا کرتا ہے ویسا بھرتا ہے اے رب ہمارے۔ ہماری غلطیوں کو معاف فرما۔ اے پالنے والے ہم پر ویسا بوجھ نہ ڈالنا جیسے اگلوں پر ڈالا تھا۔ یعنی ایسی ذمہ داری جس سے ہم عہدہ برآ نہ ہو سکیں۔ ہم کو معاف فرما دے۔ ہمیں بخش دے۔ ہم پر رحم فرما تو ہی ہمارا مولی ہے۔ اور ہمیں کافروں پر غالب فرما دے۔ ۲۸۶ بقرہ

مسلمانونکی شخصیت پرستی ۔ تم نے دیکھا۔ میں نے کہا کہ اب

سوشلسٹ بھی محسوس کرنے لگے ہیں کہ شخصیت پرستی انسانی معاشرے کو
تباہی کے راستے پر ڈال دیتی ہے۔ اور یہی ہمارا قرآن حکیم فرماتا ہے۔
قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (الاعراف)
کہہ دو کہ میری عبادت (عبودیت) اور میرا جینا اور مرنا صرف اللہ کے لئے ہے۔
جو سارے جہانوں کا پالنے والا ہے جس کے سوا کوئی پوجنے کے لائق نہیں۔
اور مجھے یہی حکم ملا ہے کہ میں سب سے پہلا مسلم یعنی فرمان ماننے والا بن جاؤں
اور ظاہر ہے کہ جو اللہ کا ہو جائے اور صرف اللہ کا حکم ماننے لگے اسے
کسی دوسرے حاکم۔ عامل اور سرکار کی ضرورت نہیں رہتی نہ وہ کسی تیس مار
خاں کی شخصیت سے متاثر ہوتا ہے۔

پھر تم نے سنا ہو گا کہ جب لوگ کسی شخص کو اسکی خوبیوں۔ صلاحیتوں
یا قوت کی وجہ سے پوجنے لگتے ہیں تو ساتھ ہی دوسرے اسے نیچا دکھانے
رسوا کرنے بلکہ مٹانے سے ہٹا دینے کی فکر میں بھی لگ جاتے ہیں۔ جیسے
پاکستان میں ایوب خان نے حکومت پر قبضہ کر لیا اور خاندانی بادشاہت
قائم کرنے کے خواب دیکھنے لگے تو ہر چند کے فوج کے ساتھ بہت سے موقع
پرست اور بے ضمیر افراد بھی دم ہلاتے ہوئے ان کے آگے پیچھے لگے رہے
اور انکے گن گاتے رہے۔ مگر دوسرے انکی ٹانگ گھسیٹنے۔ چوٹ کرنے
حتیٰ کہ قتل کروانے کے منصوبوں سے بھی باز نہ رہے۔ پھر انکے ہٹ جانے
کے بعد کتنی پارٹیاں بن گئیں۔ جو اپنی اپنی ڈفلی بجا رہی ہیں۔ اور ایک
دن حکومت پر قبضہ جما لینے کے خواب دیکھ رہی ہیں اور نہیں جانتیں
کہ اس افراتفری اور ہلڑ بازی سے ملک کی سالمیت کو کتنا نقصان پہنچ
رہا ہے۔ اسی طرح ماضی بعید میں اسلام کے عروج سے خائف لوگوں نے

بہت سی پارٹیاں بنالیں جنہیں ہم اسلام کے فرقے کہتے ہیں اور ان فرقوں نے اندر ہی اندر کام کر کے اسلامی حکومت کے ساتھ اسلام کا بھی بیڑہ غرق کر دیا۔

حتی کہ آج وہ زمانہ ہے کہ اسلام کے سب بڑے دعویدار صاحب فرماتے ہیں۔

اسلام میں فرقوں کا ختم ہونا ناممکن ہے ہمارے لئے صدر مملکت کا صرف مسلمان ہونا کافی ہے خواہ وہ مسلمہ اسلامی فرقوں میں سے کسی بھی فرقے سے تعلق رکھتا ہو۔ اس سے قادیانی تو بے شک خارج ہو جاتے ہیں۔ البتہ اہل تشیع مسلمہ اسلامی فرقہ ہیں۔ قائداعظم کو سب نے اپنا قائد مانا اور کسی نے یہ نہ سوچا کہ وہ سنی تھے یا شیعہ (حریت مورخہ ۲۲ راگست ۷۳ء)

میں نے بچوں سے کہا تمہارے لئے یہ بات تعجب خیز ہو گی مگر چونکہ ایک عالم دین کہہ رہا ہے اسے مان لو کہ قائداعظم شیعہ تھے اور وہ تقیہ کر کے سنی بنے ہوئے تھے۔ شبیر احمد عثمانی سے تجہیز و تکفین کی وصیت بھی ایک دھوکہ تھی۔ مختصر یہ کہ عالم صاحب نہیں چاہتے کہ قائداعظم مر کر بھی مسلمان کہلائیں اس میں کیا مصلحت ہے ہمیں نہیں معلوم۔

اس انکشاف کے بعد شاید تم جاننا چاہو کہ پاکستان میں کتنے مسلمہ اسلامی فرقے ہیں اور انکے عقائد میں کوئی فرق ہے۔ یا نہیں اور نہیں تو پھر یہ اختلاف کیوں ہے سب ایک مرکز پر ایک جھنڈے تلے جمع کیوں نہیں ہوتے۔ ہر فرقہ اور ہر پارٹی اپنا اسلام اور اپنا منشور کیوں پیش کر رہی ہے۔ اور ہر مولوی دوسرے مولوی کی تکفیر کیوں کر رہا ہے۔ اور اسکا کیا ثبوت ہے کہ حکومت کسی مولوی کے ہاتھ میں آ گئی تو وہ اسلامی قوانین نافذ کر سکے گا۔ جبکہ ان

مختلف اسلامی فرقوں کے عقائد کا یہ حال ہے۔ کہ وہ سب مل کر ایک جگہ نماز بھی نہیں پڑھ سکتے۔

اسلامی فرقے کیسے پیدا ہوئے

عام طور پر سمجھا جاتا ہے کہ برعظم ہند و پاک میں مسلمانوں کے صرف دو فرقے ہیں یعنی شیعہ اور سنی مگر تم کتاب مذاہب الاسلام مولفہ علامہ نجم الغنی رام پوری مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱۹۲۷ء پڑھو تو معلوم ہوگا کہ ان دونوں فرقوں کے اندر سینکڑوں چھوٹے چھوٹے فرقے ہیں جو مختلف مولویوں پیروں صوفیوں اور لیڈروں نے قائم کر دیئے تھے ان میں بہت سے فرقے لیڈروں کے مرنے کے بعد ختم ہو گئے مگر چند اپنے کارکنوں کی کوششوں سے باقی ہیں۔ ان کا حال ویسا ہی ہے جیسے ہمارے زمانے میں مودودی صاحب نے اپنا فرقہ جماعت اسلامی کے نام سے قائم کیا ہے اور پرویز صاحب کا فرقہ طلوع اسلام کہلاتا ہے اور علامہ محمود احمد عباسی نے ناجی فرقے کا احیا کیا ہے جسکے ہم بھی ایک رکن ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس کسی میں کچھ بولنے یا لکھنے کی صلاحیت موجود ہو وہ اپنا فرقہ بنا سکتا ہے اور یہی شخصیت پرستی کو جنم دینے والی چیز ہے۔ اس میں سیاسی گروہ بندی بھی شامل ہو جاتی ہے جیسے بھاشانی اور بھٹو صاحب کے پاس اپنا کوئی خیال پیش کرنے کو نہ تھا تو غیروں کے خیالات چرا کر اسلامی سوشلزم کا نعرہ لگا رہے ہیں۔ مگر ہمارا قرآن اس گروہ بندی اور پارٹی بازی کو پسند نہیں کرتا۔ وہ فرماتا ہے۔

لاتکونوا من المشرکین من الذین فرقوا دینھم وکانوا شیعًا۔

یعنی اے مسلمانو تم بھی مشرکوں جیسے نہ ہو جانا کہ فرقوں میں بٹ جاؤ

اور شیعہ ہو جاؤ۔

شیعہ کے معنی پارٹی گروہ یا اعوان کے ہیں مگر لطف کی بات دیکھو کہ مسلمانوں میں پہلی پارٹی بنانیوالے خود ہمارے رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے داماد حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہوئے ہیں انکی پارٹی شیعان علی کے نام سے مشہور ہے جو کہ کوفہ بصرہ اور مصر میں قائم ہوئی اور انہیں خون خرابے کے بعد خلافت دلانے میں کامیاب ہو گئی تھی۔ اسکے بعد شیعان معاویہ اٹھے تو مسلمانوں میں آپس میں پھوٹ پڑ گئی اور اسلام کے بخیے ہو گئے کسی عجمی بزرگ نے فقہہ حنیفہ کوفے میں بیٹھ کر تیار کرنی شروع کر دی۔ تو دوسرا فقہہ جعفریہ کی تدوین کرنے لگا۔ تیسرے نے حنبلی فقہہ بنا ڈالی تو عربوں کو فکر لاحق ہوئی کہ رسول عربی کے اسلام کو مسخ ہونے سے روکا جائے انہوں نے امام مالک کو اس کام پر متعین کیا مگر ابھی فقہہ مالکیہ مکمل بھی نہ ہوئی تھی کہ ان کا ایک شاگرد جو کوفیوں کا وظیفہ خوار تھا اپنی علیحدہ فقہہ بنانے بیٹھ گیا جو فقہہ شافعیہ کے نام سے مشہور ہے اس طرح سو سال کے بعد ہی قبلہ اسلام چار مصلوں پر تقسیم ہو گیا۔ اور مسلمانوں کو قرآن حکیم کا وہ حکم یاد نہ رہا جو رسول عربی کو دیا گیا تھا۔

اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَهُمْ وَكَانُوْا شِیَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِیْ شَیْءٍ

یعنی جو لوگ اپنے دین میں فرقے پیدا کریں گے اور شیعہ بن جائیں گے ان سے تمہیں کوئی سروکار نہ ہو گا۔

مراد یہ کہ جو لوگ قرآنی اسلام کی تعلیم جو رسول عربی علیہ السلام کے ذریعہ دی گئی ہے چھوڑ کر کسی اور کے گروہ میں شامل ہونگے اور شیعہ بن جائینگے وہ رسول کریم کی امت میں نہ رہیں گے۔ بلکہ اسی کے امتی ہو جائیں گے۔

جن کی فقہ کے تابع ہوں گے۔ کاش مسلمانوں کو اس کا علم ہوتا۔ اور وہ حنفی جعفری رضوی اسماعیلی۔ مودودی اور پرویزی یا قادیانی بننے سے احتراز کر سکتے۔

کیونکہ قرآن حکیم کہتا ہے کہ نہ عیسوی بنو نہ موسوی اور نہ محمدی یا حیدری بننا ہے تو ربانی بن جاؤ اور خود کو مسلمون کہلاؤ اور توحید کی رسی تھامے رہو۔ حتیٰ کہ دنیا میں صرف دو قومیں رہ جائیں۔ یعنی مومن اور کافر تاکہ اللہ تعالیٰ مومنوں کو نوازے اور کافروں کو سزا دے مگر جب مومن ہی کافر بن گئے تو کسے نوازے کسے سزا دے۔

تبلیغ اسلام کا حال

یہ جاننے کے بعد کہ مسلمان صرف سو سال بعد ہی گمراہ ہونے شروع ہو گئے تھے یہ اندازہ لگانا مشکل نہ ہوگا کہ جن علاقوں میں اسلام دیر سے آیا وہاں کون سا اسلام پھیلا ہوگا۔

تم نے شاید میری کتاب ارمغان عجم میں پڑھا ہو کہ جب امام جعفر کے متبعین جعفریہ فقہ شیعوں کے لئے تیار کر رہے تھے تو ان کا ایک ایرانی غلام میمون القداح باطنی مذہب کے قواعد و ضوابط بنا رہا تھا جس کی مدد سے انکی اولاد نے بنو فاطمین کے نام سے مصر میں حکومت قائم کر لی اور باطنی مذہب کی تبلیغ شروع کر دی اس مذہب کے داعی ساری دنیا اسلام میں پھیل گئے اور علوم اہل بیت کے نام سے شیعہ مذہب کی تبلیغ کرنے لگے۔ ان کے عزائم تھے کہ سب کو باطنی فقہ پر جمع کر لیا جائے۔ چنانچہ ایران خراسان اور شمالی افریقہ میں ان لوگوں کو جلد ہی بڑی قوت حاصل ہو گئی۔ اسی زمانے میں اسمعیلی داعی ہندوستان بھی آئے اور کھمبات

گجرات میں تبلیغ باطنی شروع کر دی جنکی یادگار وہاں کے خوجے اور بوری ہیں۔
پھر یہ لوگ وسط ہند سندھ اور پنجاب میں پھیل گئے اور وہاں اپنی مکرتنیں بھی
قائم کر لیں۔ سندھ کے شمرہ اور ملتان کے قرامطی مشہور ہیں۔ مگر ۵۶۷ھ میں
سلطان نورالدین نے مصر میں فاطمیوں کا خاتمہ کر دیا اور سلطان محمود غزنوی نے ان کو
ایران، توران۔ بلخ و بخارا اور سمرقند میں چن چن کر قتل کرنا شروع کیا۔ پھر ہندوستان
آکر سندھ اور ملتان میں انکی حکومتیں ختم کیں اور سومناتھ گجرات تک انکو ڈھونڈتا
چلا گیا۔ افسوس کہ اس کی عمر نے وفا نہ کی۔ اور وہ اپنا کام ادھورا چھوڑ مرا۔

اسی دور ابتلا میں تمام باطنی داعی وسط ایشیا چھوڑ چھوڑ کر ہندوستان
چلے آئے اور یہاں چھوٹے اور گمنام مقامات میں جا کر چھپ گئے۔ پھر ذرا قدم
جمے تو ہندوؤں میں تبلیغ دین باطنی شروع کر دی گلبرگہ کے بندہ گیسو دراز اجمیر کے
خواجہ اور دلی کے اولیا سب ایسے ہی حالات کا شکار تھے۔

لیکن یہ حقیقت بھی قابل ستائیش ہے کہ ان لوگوں نے سینکڑوں اور ہزاروں
ہندوؤں کو اپنے دھرم سے بیزار کر کے ایک نیا مذہب قبول کرنے پر مجبور کر دیا
ہر چند کہ اس سے انہیں صرف پرانے خداؤں کی جگہ نئے خدا پوجنے کو ملے تھے۔
مگر انکا معاشرہ تو بدل گیا۔ پھر انکی اولاد میں بعض نے صحیح اسلام بھی تلاش
کر لیا ہوگا اور بڑے بڑے عالم فاضل بھی پیدا ہوئے ہوں گے۔ اچھا اب
اگلے اتوار کو تمہیں چند اسلامی فرقوں کا حال سناؤں گا۔

ہندوستان میں اسلامی فرقے

اتوار کو بچوں کو اسلامی فرقوں کے متعلق بتانا پڑا کہ محمود غزنوی اور نورالدین
اور صلاح الدین ایوبی نے باطنی مذہب کا زور توڑ ڈالا اور مصر میں انکی حکومت

ختم کردی تو یہ یمن اور ایران کی طرف بھاگ گئے۔ ایک شہزادے نے یمن میں اپنی دعوت شروع کی جو مستعالیہ کے نام سے مشہور ہے دوسرے شہزادے نے ایران کے شیخ الجبل حسن بن صباح کے سایہ عاطفت میں پناہ لی اور نزاری فرقہ ایسے فدیان اسلام کی مدد سے پھر پھلنے پھولنے لگا۔ یہ فدائی حشیشین بھی کہلاتے تھے۔ یعنی بھنگ پلاکر لوگوں کو بے ہوش کرتے پھر قتل کرڈالتے یا قید کرکے اپنے امام کی بنائی ہوئی جنت میں پہنچا دیتے۔ اسکی تفصیل تم لوگ عبدالحلیم شرر کے ناول فردوس بریں میں دیکھ سکتے ہو۔ بہرحال سلمان خاص کران کے بادشاہ ان فدائیوں کے ہاتھوں سخت عذاب میں مبتلا تھے انکی راتوں کی نیندیں حرام ہو چکی تھیں اور وہاں سے چھٹکارا حاصل کرنے کی راہ نہ نکال سکتے تھے۔ تو اللہ تعالےٰ نے ہلاکو کو ۶۵۶ھ میں بھیجا اس نے نالائق عباسیوں کے ساتھ حسن بن صباح کے فدائیوں کا بھی قلع قمع کر دیا۔ اور بچے کھچے لوگ ہندوستان بھاگ آئے یہاں وہ اسماعیلی خوجے کہلاتے ہیں۔

باطنی اسماعیلی خوجے۔

یہ لوگ آجکل بمبئی مدراس کاٹھیاواڑ اور پاکستان میں موجود ہیں بلکہ ہنزہ اور چترال انکی ریاستیں بھی باقی ہیں انکی آبادی گلگت اور اس سے اوپر روسی ایشیا یعنی سمرقند بلخ بخارا اور افغانستان میں بھی ہے۔ ہندوستان میں یہ لوگ ہندو نام رکھتے ہیں اور پاکستان میں اسلامی نام۔ ہندوستانی خوجے قرآن کی جگہ دسا اوتار نامی کتاب پڑھتے ہیں جسمیں حضرت علی کو خدا کا دسواں اوتار بتایا گیا ہے اور آنحضرت کو برہما۔ حضرت آدم کو شیوجی اور حضرت علی کو وشنوجی تبلایا گیا ہے آغاخان کو حاضر امام کہتے ہیں اور مانتے ہیں کہ امام اپنے پیغمبر سے وہ روح

حاصل کرتا ہے۔ جو دشنو جی یعنی حضرت علی میں جلوہ فگن ہوئی تھی اسلئے امام خدا کا قائم مقام سمجھا جاتا ہے۔ ہندوستان میں یہ گپتی کہلاتے ہیں جو گپت یعنی گم ہونے یا غائب ہونے سے مشتق ہے۔ اور یہ باطنیہ کا ترجمہ ہے۔ ایران میں یہ لوگ اللہ عطائی۔ چینی ترکستان میں مولائی اور شام میں دروزی کہلاتے ہیں۔ پاکستان میں گوجرانوالہ، راولپنڈی، ملتان اور ڈیرہ اسماعیل خان وغیرہ میں ایک فرقہ ہندو شمسی کے نام سے آباد تھا جو دراصل آغا خانی خوجے تھے اور سناری کا پیشہ کرتے تھے ۱۹۱۱ء سے ان لوگوں نے ہندوؤں سے ناراض ہو کر اسلامی نام رکھنے شروع کر دیئے ہیں۔ اور عام مسلمانوں میں ملنے جلنے لگے ہیں۔ خوجے دس اوتار کے قائل ہیں اور سمجھتے ہیں کہ خدا دسویں بار حضرت علی کی شکل میں نمودار ہوا تھا۔ اس لئے علی اللہ علی اللہ کا نعرہ لگاتے ہیں جس کا ملمی گا نام تم نے سنا ہوگا۔ یہ لوگ نماز روزہ نہیں کرتے۔ دعاؤں میں اماموں کے نام لیتے ہیں۔ اور ہر نام پر سجدہ کرتے ہیں۔ اسلئے غیر خوجوں کو اپنے جماعت خانوں میں نہیں آنے دیتے۔ البتہ خود مسلمانوں کی مسجدوں میں جا کر علی اللہ کا نعرہ لگا دیتے ہیں۔ ہندوستان میں ان کے جماعت خانے علی جی کا مندر کہلاتے ہیں۔ یہ کلمہ نہیں پڑھتے۔

باطنی اسمٰعیلی بھورے یا بوری۔

یہ بھی گجرات اور سی پی میں آباد تھے۔ پاکستان میں بھی بڑی تعداد میں موجود ہیں یہ اپنے امام کو داعی کہتے ہیں۔ اور امامت کو مصر کے آخری فاطمی خلیفہ طیب پر ختم سمجھتے ہیں یہ دن میں تین نمازیں پڑھتے ہیں نمازیں سبحانک اللھم کے بعد جو دعا پڑھتے ہیں اس میں تبرائی کلمات رولایہ علی

وابواللہ من اعداء الظالمین یعنی علی کے دشمنوں پر لعنت کے الفاظ بھی پڑھتے ہیں پھر نماز کے بعد مولانا محمد طاہر کی دعا پڑھتے ہیں۔ جس میں حضرت علی کے اہل بیت یعنی پنجتن پاک کی تسبیح اور فاطمی اماموں کے نام پکارتے ہیں اور ہر نام پر سجدہ کرتے جاتے ہیں۔ البتہ جمعہ کی نماز نہیں پڑھتے۔ یہ سودی کاروبار کرتے ہیں اور اس میں سے دسواں حصہ اماموں کے نام کا داعی کو دیتے ہیں یا اس کے نام سے جمع کرواتے رہتے ہیں۔ یہ لوگ مردے کے ساتھ قبر میں ایک صحیفہ رکھتے ہیں جس میں اماموں کے نام حضرت علی سے لیکر امام طیب تک درج ہوتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ مردہ دوسری دنیا میں اس فہرست کے مطابق اماموں سے ملکر نیاز حاصل کر سکتا ہے۔ اس میں بحق ملائکہ اور بحق امام فلاں فلاں درج ہوتا ہے۔ جسکی نقل ہمارے مسلمان بھائی بھی کرتے ہیں اور نماز کے بعد حق حق کہتے سنے جاتے ہیں۔ یہ اسی باطنی تعلیم کی یادگار ہے۔ جو ہندوستان میں پھیلی۔ انکا کلمہ بھی اسلامی کلمے سے جدا ہے۔ لا الہ الا اللہ مولانا علی وصی اللہ پڑھتے ہیں۔

شیعہ اثناء عشری۔

کم لوگوں کو معلوم ہوگا کہ خود شیعوں میں بھی کئی فرقے ہیں اور ان میں سخت اختلافات ہیں یہ بھی ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہیں جیسے ہمارے سنی ملا کر رہے ہیں۔ تاہم ان میں یہ خوبی ہے کہ وہ اسے منظر عام پر نہیں آنے دیتے ہم انہیں صرف چند کے نام بتلاتے ہیں۔ تفصیل کے لئے مذاہب الاسلام پڑھو اور معلوم کرو۔

۱۔ شیعہ تبرائیہ۔ یہ لوگ حضرت علی سے اپنی محبت ظاہر کرنے کے لئے اصحاب رسول اور ازواج مطہرات اور خلفاء اسلام کو گالیاں دینا ہی اپنا دین

سمجھتے ہیں۔ اور پنجتن پاک کو خدائی خاندان یا اہل بیت کہتے ہیں یعنی انہیں الوہیت کا مرتبہ دیتے ہیں۔ اور انسانی مرتبہ انکا چھین لیا ہے۔

۲۔ شیعہ غلاۃ یا سبائیہ۔ یہ یہودی ابن سبا کے در غلائے ہوئے لوگ ہیں۔ حضرت علی کو خدا کا اوتار سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خدا نے حضرت علی میں حلول کیا تھا۔ اور وہ مرے نہیں ہیں۔ بلکہ دنیا والوں کی نظروں سے غائب ہو گئے ہیں۔ پھر واپس آکر دنیا کو عدل سے بھر دیں گے انکا کلمہ ہے لاالہ الااللہ علی ولی اللہ یعنی اللہ کے سوا معبود نہیں۔ اور علی اللہ کے ولی اور جانشین ہیں۔

۳۔ شیعہ تفضیلیہ:۔ یہ لوگ حضرت علی کو دیگر صحابہ رسول پر فضیلت دیتے ہیں۔ پنجتن پاک بارہ امام چودہ معصوم کو مانتے ہیں اور اماموں کو معصوم سمجھتے ہیں۔ یعنی ان سے کوئی غلطی سہو اور خطا سرزد نہیں ہوتی اس لئے انکو علیہ السلام کہتے ہیں۔ جو پیغمبروں کا خطاب ہے اور کسی غیر پیغمبر کے لئے استعمال نہیں کیا جا سکتا۔ یہ پیروں شہیدوں کے قبروں میں زندہ رہنے کے قائل ہوتے ہیں اور انکے تصرف پر اعتقاد رکھتے ہیں درود وسلام کا التزام رکھتے ہیں۔ ہر نماز کے بعد درود بہ آواز بلند پڑھتے اور محمد کا نام سنکر انگوٹھوں کو چومتے اور آنکھوں سے ملتے ہیں۔ نذر نیاز اور فاتحہ دھوم دھام سے کرتے ہیں۔ تعزیوں اور علموں کو لیکر محرم میں باجے بجاتے نکلتے ہیں اور ناچتے گاتے بھی ہیں۔ شربت بنتے پلاتے ہیں۔ سبیلیں لگاتے ہیں اور سبز کپڑے پہنتے ہیں تاکہ شیعہ سبائیہ سے الگ پہچانے جا سکیں۔ ہندوستان میں اکثریت اسی فرقے سے تعلق رکھتی ہے۔ اپنی مسجدوں میں چراغاں کرتے اور قوالیاں کراتے ہیں۔ غیر تفضیلی کا اپنی مسجدوں میں آنا پسند نہیں کرتے۔ نمازیوں کو پانجامہ ٹخنوں

رکھنے پر ٹوکی کہ حضرت معاویہ پر تبرا کرنا جزو دین سمجھتے ہیں۔ نجم الغنی صاحب کہتے ہیں کہ یہی لوگ سُنت جماعت یا بریلوی عقاید والے بھی کہلائے جاتے ہیں۔ بدایوں بریلی اور یوپی کا علاقہ ان کا گڑھ ہے۔ یہ بھی نماز کے بعد حق حق کے نعرے لگاتے ہیں۔

۴۔ شیعہ کیسانیہ۔ یہ لوگ حضرت علی کے بعد حسن حسین وغیرہ کی جگہ محمد بن الحنفیہ کو امام مانتے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ محمد بن حنفیہ زندہ ہیں مرے نہیں۔ وہ مدینے کے پاس کوہ رضوی کے ایک درے ہیں اپنے چالیس اصحاب کے ساتھ مخفی ہیں۔ اور ان کے پاس دو چشمے قدرت سے شہد اور پانی کے جاری ہیں۔ امام منتظر اور مہدی موعود وہی ہیں۔ قیامت سے پہلے ظہور فرمائیں گے اور سارے عالم کو عدل سے بھر دیں گے۔ اس فرقے کے لوگ شام و مصر میں ہیں پاکستان میں ذکری فرقہ انہی عقاید کا حامل ہے۔ انکا کلمہ اسطرح ہے۔

لاالہ الا اللہ۔ محمد بن حنفیہ رسول اللہ۔

یعنی رسول عربی سے انکو کوئی سروکار نہیں۔

۵۔ مہدی پٹھان۔ یہ سید محمد جونپوری کو مہدی موعود ماننے والے ہیں۔ پہلے سارے ہندوستان میں پھیلے ہوئے تھے انگریزوں اور مرہٹوں نے ہر جگہ سے نکالا تو حیدرآباد دکن میں جمع ہو گئے۔ وہاں انکو جاگیریں دی گئیں۔ ایک بار ملک سے نکالے بھی گئے پھر ہندو وزیر کی سفارش پر واپس آئے۔ نواب بہادر یار جنگ اسی فرقے سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کا کلمہ عام اسلامی کلمے سے مختلف ہے وہ کہتے ہیں۔

لاالہ الا اللہ۔ مہدی مراد اللہ

جس کا مطلب ہوگا کہ مہدی ہی خدا ہے۔

ہاں تو میاں یہ وہ فرقے ہیں جنکو مودودی صاحب کلمہ اسلامی فرقے تسلیم کرتے ہیں۔ بہادر یار جنگ زندہ ہوتے تو پوچھتے کہ ہمارے مہدی جونپوری کو تو سچا مہدی مان لیا اس پنجابی مہدی سے اتنا ناراض کیوں ہو۔ اس نے تمہارے خدا کو تو نہیں بدلا۔ اور نہ تمہارے خدا بننے کی راہ میں ہے۔ اپنی امت کا حال بھی دیکھو جس نے اسلامی کلمہ بدل کر اصلاح کر لیا ہے۔

پاکستان کا مطلب کیا۔ لا الہ الا اللہ

مولانا مودودی ہیں ابوالاعلیٰ

جس کا ترجمہ کوثر نیازی صاحب فرماتے ہیں کہ مولانا مودودی خدا کے باپ ہیں۔ اگر یہ سچ ہے تو اپنا نام بدلئے اور توبہ کر لیجئے اور مذہب کی آڑ میں سیاست کا کھیل ختم کیجئے۔ اسلام کا دعویٰ ہے تو عوام میں جائیے اور تبلیغ فرمائیے۔ انکو سوشلزم کے بھنور سے نکالئے۔ محل میں بیٹھ کر دین فروشی کر چکے اور خوب کمالیا۔ یہ رقم جو جمع کی ہے۔ دیہاتیوں کا ایمان سدھارنے پر خرچ کیجئے ورنہ انکی گمراہی کا وبال بھی آپکی گردن پر ہوگا۔

یہ مودودی صاحب بڑے پکے مسلمان ہیں مگر ان کے مذہب میں امیرالمومنین معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ اور ان کے خاندان پر تبرا کرنا جز و ایمان ہے۔ اسلئے اپنی مشہور کتاب خلافت و ملوکیت میں انہیں ملوکیت کا بانی قرار دیکر یہ فریضہ انجام دیا ہے۔ حالانکہ خود اپنے جدا اعلیٰ کی طرح غیر ملکیوں کی مدد سے حکومت پر قبضہ جمانے کی فکر میں ہیں۔ اور ماننے کو تیار نہیں کہ حکومت تو صرف اللہ کی ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور کسی شورش پسند باغی کے حوالے نہیں کرتا جو ملک کو بے چینی اور بدامنی کا شکار کر دے۔ الباغی لا تبصروا۔

انکے بزرگ حدیثیں بنا گئے ہیں۔ کہ جناب سرور کائنات نے ایک دن ابو سفیان کو گدھے پر سوار دیکھا۔ معاویہ لگام پکڑے تھا اور یزید اسے پیچھے سے

ہانک رہا تھا۔ تو فرمایا۔ لعن اللہ الراکب و القاید والسائق۔ یعنی خدا لعنت کرے سوار پر اور آگے پیچھے چلنے والوں پر۔

اور مسلمانوں نے نہ سوچا کہ انہیں پہلے رسول اللہ کے خسر محترم یعنی ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے والد ہیں جنکے گھر کو حضور نے وہ مرتبہ دیا کہ فتح مکہ کے دن فرمایا کہ جو خانہ کعبہ میں پناہ لے اُسے اماں ہے اور جو ابو سفیان کے گھر میں پناہ لے اسے بھی اماں ہے اور یہ سعادت بنو ہاشم کے گھرانوں کو حاصل کو حاصل نہ ہوئی نہ شعب ابو طالب کو ملی۔ دوسرے خال المسلمین حضرت معاویہؓ ہیں جو مدینہ آتے تو خانہ اقدس میں قیام فرماتے۔ ام المومنین اپنے پیارے بھائی کے بالوں میں کنگھی کرتیں اور تیل دباتیں اور حضور انسے وحی الہیٰ کی کتابت کرواکر تبلیغ دین کے لئے دور دراز علاقوں میں بھیجتے تاکہ قرآن کی تعلیم پھیلے۔

اور تیسرے صاحب وہ ہیں جو ۲۴ھ میں یعنی حضور کی وفات کے تیرہ سال بعد پیدا ہوئے مگر انہیں گدھا ہانکتے دیکھ لیا گیا اور سیدوں نے حدیث رسول لکھ کر محفوظ کر لی اور مسلمان اُسے تبرا کے لئے استعمال کرتے ہیں۔

اسی طرح کسی تبرائی نے ایک روایت گھڑی کہ امیر شام حضرت معاویہ شاہانہ لباس پہنتے تھے جو زمین پر گھسٹا جاتا تھا۔ حضور نے وجہ پوچھی تو بتلایا کہ اہل شام مہذب لوگ ہیں اونچے پائنچے اور ٹخنہ کھلے کپڑے پہننے والوں کو وحشی اور جانگلوش سمجھتے ہیں۔ اس پر حضور نے فرمایا یہ جہنمی کا لباس ہے۔

بس اس دن سے ہندی مسلمان پائنچے کھونس کھونس کر جانگلوش اور وحشی بننے کو ثواب سمجھنے لگے یہ لوگ دوسروں کا پائنچہ نیچا دیکھتے ہیں تو اسے حضرت علی پر تبرا سمجھتے ہیں اور خود حضرت معاویہ سے تبرا ظاہر کرنے کے لئے پائنچہ اٹھا لیتے ہیں ان احمقوں کو کون بتلائے کہ ملک شام حضور کی زندگی میں فتح نہیں ہوا تھا۔ اور معاویہ کو گورنری سرے میں ملی پھر بھی انکے یوم وفات یعنی ۲۲ رجب کو دھوم دھام سے کونڈے بھر کے عید مناتے ہیں اور اس تبرا کو حضرت علی کیلئے دعا جرسے زیادہ ثواب کا موجب سمجھتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اپنے بھٹکے ہوئے بچوں سے گذارش۔

بچو۔ تم نے الطاف حسین حالی کا نام سنا ہوگا۔ ان کا مسدس حالی بڑا مشہور ہے۔ شاید تم نے بھی پڑھا ہو۔ خاصکر یہ بند ہے

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ہادی ! عرب کی زمیں جس نے ساری ہلادی
نئی اک لگن دلمیں سب کے لگادی ! اک آواز میں سوتی بستی جگادی !"

پڑا ہر طرف غل یہ پیغام حق سے۔
کہ گونج اٹھے دشت وجبل نام حق سے

تو وہ بجلی کا کڑکا اور صوت ہادی کیا تھی جس نے ایسا غل مچادیا کہ دشت وجبل نام حق سے گونج اٹھے یہ معلوم کرنے کے لئے۔

آؤ اپنے پالنے والے سے رجوع کریں

آپ جاننا چاہیں کہ صحیح اسلام کیا ہے اور کہاں ہے ؟ تو جواب ہوگا۔ کہ قرآن کا ترجمہ پڑھ ڈالیے۔ کیونکہ قرآن کا اسلام جنت ارضی دسماوی دلانے کا وعدہ کرتا ہے۔ اور مولوی کا اسلام صرف حور وغلمان دلاتا ہے۔

ہم ایسے لوگوں کی سہولت کے لئے جو قرآن نہیں پڑھ سکتے یا اسے پڑھنا اپنی آبائی روایات کے خلاف سمجھتے ہیں۔ ایک مکی سورے کا ترجمہ پیش کر رہے ہیں جسمیں اللہ کی عظمت رسول کا مرتبہ اور روز آخرت پر ایمان

لانے کی اہمیت سمجھائی گئی ہے۔ اور یہ نہیں باتیں ایمان کو درست کرنے اور پکا مسلمان بنانے کے لئے کافی نہیں۔

قرآنی تعلیم کے لئے ہم نے کوئی مدنی سورہ اس لئے نہیں چنا کہ اس میں جہاد کا ذکر ہوگا۔ اور جہاد کے محاسن کسی نوآزاد قوم کو نہیں سمجھائے جا سکتے۔ جیسے حضرت موسیٰ اپنی قوم کو چالیس سال تک اس پر راغب نہ کر سکے۔

چنانچہ ہمارے مولوی بھی معذرت کرتے رہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ جہاد قتال نہیں ہے۔ جہاد کے معنی صرف کوشش کرنا ہے۔ جیسے وہ بیس سال سے حصول اقتدار کے لئے کر رہے ہیں۔ اور کوشش میں مکر فریب جھوٹ اور پروپیگنڈہ سب روا ہو جاتا ہے

ان غلاموں کا یہ مسلک ہے کہ ناقص ہے کتاب
جو سکھاتی نہیں مومن کو غلامی کے طریق
اقبال۔

شاید انہی بزرگوں کی دعا کا اثر ہے۔ کہ ہمارے نوجوان طلائی گھڑیاں لگائے۔ ریشمی پتلون پہنے اور رومال گلے میں باندھے پھرتے ہیں اور ریڈیو اور ٹیلی ویژن سے ناچنا گانا سیکھتے ہیں۔ ان سے کہا جائے کہ تلوار ڈھال سنبھالو تو شاید رو پڑیں اور اٹھالیں تو کلائیوں میں موچ آجائے۔

اس کے علاوہ ملک میں ابھی ہمارے پرانے آقاؤں کے قوانین رائج ہیں۔ جن کی رو سے تلوار تو کیا چھ انچ کا چاقو رکھنا بھی جرم ہے۔

لیکن مجھے پیدا کیا اس دیس میں تو نے
جس دیس کے بندے ہیں غلامی پہ رضامند
اقبال

اور یہ کشمیر و فلسطین کو آزاد کرانے کے خواب بھی دیکھتے ہیں مگر سرحد پار کے مسلمانوں کا قتل عام روک نہیں سکتے۔ وہاں عورتوں اور بچوں پر

سفاکانہ حملوں اور مسلمان بستیوں کے جلائے جانے کی خبریں سنتے ہیں۔ اور خاموش ہیں۔

شاید اس لئے کہ وہ ہم سے بہتر مسلمان نہیں اور مسلمانوں کی خوبی بس یہی ہے کہ کمزور پر ہاتھ نہ اٹھائے۔ ہاں مال اسباب لوٹنا ہو تو اس میں مضائقہ نہیں جس پر کسی انگریز نے کیا خوب کہا تھا۔ کہ مسلمان اسلام کے نام پر جان دے دے گا مگر روپیہ دکھا دو تو اسلام کیا چیز ہے خدا کو بیچ ڈالے"

آج ہم پاکستانی مسلمان حیران ہیں کہ ہندو بنیا اتنا بہادر کیسے بن گیا۔ کہ مسلمانوں کو قتل کرنے پر تل گیا ہے۔ وہ تو چڑیا مکھی اور مچھر مارنا بھی گناہ سمجھتا تھا۔

اور میں اس کا راز بتا دوں تو شاید ناراض ہو جائیں کہ ہندو اب پہلا ہندو نہیں ہے۔ اب وہ گوشت کھاتا ہے۔ اور تلوار بھالے برچھے چھری اور کٹاری چلانا سیکھ کر دیکا مسلمان بن چکا ہے۔

البتہ مسلمان اب پہلے سے مسلمان نہیں۔ یہ بڑے بڑے محل والے سیٹھ بن گئے ہیں۔ اور انکے قومی زیورات تلوار کی جگہ جلٹ ریزر۔ طلائی گھڑیاں۔ پارکر قلم۔ سیاہ چشمے ریشمی رومال اور خوبصورت پلاسٹک کے کنگھے ہیں جو جیبوں میں سجائے پھرتے ہیں۔

انہیں اپنے ہندو بنیوں سے بھی محبت ہے۔ جو سودی قرضہ دیتے ہیں۔ اور انکی عورتیں ہمارے بچوں کو ناچنا گانا سکھاتی ہیں۔ یہاں بلبل چودھری اور گمنام ٹروپ نہ ہوتے تو پاکستان ثقافتی میدان میں کیونکر نام پیدا کرتا۔ اور پنڈت پنت کی ہمشیرہ پاکستان نہ لائی جاتیں تو ہماری بیٹیوں کو کلچرل نرت اور مینا بازار لگانا کون سکھاتا ہے۔

میں تجھ کو بتاتا ہوں تقدیر امم کیا ہے
شمشیر و سناں اول طاؤس و رباب آخر

بہر حال، زمانہ خراب ہے۔ ہر دل میں ایک ہیجان بپا ہے نوجوان اشفتہ سر ہیں۔ عورتیں بے چین ہیں اور بچے متوحش سب جانتے ہیں کچھ ہونے والا ہے۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ انکو قرآن حکیم سے رجوع کر دوں۔ جس میں لکھا ہے۔

جو لوگ ایمان والے ہیں انکے دل اللہ کی یاد سے سکون پاتے ہیں۔
ہاں سن لو کہ اللہ کو یاد کرنے سے دل کو سکون ملتا ہے۔"

اور ہمارے نوجوان دل کے سکون کی تلاش میں مادیت اور سوشلزم کی پناہ میں جا رہے ہیں۔ اس امید میں کہ سوشلزم ملک میں امن و امان قائم کر دیگا اور نہیں جانتے کہ یہ تحریک یہاں پس پردہ کون لوگ چلا رہے ہیں۔ اور اس سے کس کی سیادت قائم کرنے کے منصوبہ بن رہے ہیں اور اس کا کیا حشر ہونا ہے۔

کاش یہ لوگ عراق کے کردوں شام کے دروزیوں یمن کے زیدیوں اور انڈونیشیا کے کمیونسٹ مسلمانوں سے پوچھتے کہ یہ تحریک کتنی گراں پڑتی ہے۔

اس اسلامی تعلیم کے نمونے کے طور پر سورہ رعد کا ترجمہ پیش خدمت ہے امید ہے کہ اسکو پڑھنے سے بلکہ بار بار پڑھنے سے سکون قلب حاصل ہوگا۔ آپ بھی تجربہ کر کے دیکھئے۔ والسلام

بجلی کی کڑک

یعنی سورۂ رعد ۔ مکی ہے اس میں ۴۳ آیات ہیں
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

١ الف لام میم ۔ را
یہ اس کتاب کی آیات ہیں جو تمہارے رب
کی طرف سے تم پر اتری ہے اور سچی ہے مگر بہت
سے لوگ ایمان نہیں لاتے ۔
٢ اللہ تو وہی ہے جس نے بے ستون کے آسمانوں
کو قائم کیا ۔ جیسا کہ تم دیکھتے ہو ۔ پھر عرش پر قائم
ہوا اور چاند سورج کو کام پر لگا دیا ۔ وہ مقررہ
وقت تک گردش کرتے رہیں گے وہی دنیا کا
کام چلا رہا ہے وہی اپنی نشانیاں دکھا رہا ہے
کہ شاید تم اپنے پالنے والے کے سامنے حاضر ہونے
پر یقین کر لو ۔
٣ اور وہی ہے جس نے زمین کو پھیلایا اور اس
میں پہاڑ اور دریا نکالے اور ہر طرح میں دو دو
جنس بنائیں ۔ وہی رات سے دن نکالتا ہے ۔
سوچنے والوں کے لئے اس میں نشانیاں ہیں ۔
٤ اور زمین میں کئی طرح کے قطعات ہیں ۔

ایک دوسرے سے ملے ہوئے۔ اور انگور کے
باغ اور کھیتی اور کھجور کے درخت بعض میں
شاخیں ہیں اور بعض میں نہیں۔ حالانکہ پانی
سب کو ایک ہی ملتا ہے۔ اور بعض پھل دوسروں
سے ذائقے میں بہتر ہیں اور اس میں سمجھنے والوں
کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں۔

۵ اور تمہیں ایک عجیب بات بتائیں تو کافروں
کا یہ کہنا عجیب ہے کہ کیا ہم مر کر مٹی سے پھر
پیدا ہونگے۔ یہی لوگ ہیں جو اپنے پالنے والے
کو نہیں مانتے اور یہی ہیں جنکی گردنوں میں
طوق ہونگے۔ اور یہی اہل دوزخ ہیں اور اس
میں ہمیشہ رہیں گے۔

۶ اور یہ لوگ بھلائی سے پہلے برائی دیکھنا چاہتے
ہیں حالانکہ ان سے پہلے لوگ تباہ ہو چکے ہیں
اور تمہارا رب ان ظالموں کو بھی معاف کر سکتا
ہے گو بیشک وہ سخت عذاب دینے والا ہے۔

۷ اور کافر کہتے ہیں اس کے رب نے اسے
کوئی معجزہ کیوں نہیں دیا۔
تو (اے محمد) تم تو صرف ڈرسنانیوالے
ہو اور ہر قوم کے لئے ایک ہدایت کرنے والا
آتا ہے۔

۸ اللہ ہی اس بچہ سے واقف ہے۔ جو ماں کے پیٹ
میں ہے۔
اور وہ رحم مادر میں ہونیوالی تبدیلیاں بھی
جانتا ہے۔ اور اس کے پاس ہر چیز کے
اندازے مقرر ہیں۔
۹ وہ کھلی اور چھپی باتوں کا جاننے والا ہے۔
اور بڑا عالی مرتبہ ہے۔
۱۰ کوئی تم میں سے سرگوشی کرے یا زور سے
بولے رات کو کہیں چھپ جائے یا دن کو دندناتا
پھرے۔
۱۱ آگے اور پیچھے اللہ کے نگہبان اللہ کے حکم
سے انکی حفاظت کرتے ہیں۔ بیشک اللہ کسی
قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی
حالت نہ بدلے اور جب اللہ کسی قوم کی تباہی
کا ارادہ کر لیتا ہے تو وہ ٹل نہیں سکتی۔
اور اللہ کے سوا ان کا کوئی والی ومددگار نہیں
ہوتا۔
۱۲ اور وہی تمہیں ڈرانے اور امید دلانے کے
لیے بجلیاں کوندتا ہے۔
اور پانی سے لدے ہوئے بادل پیدا کرتا
ہے۔

۱۳ اور بجلی کی کڑک اور فرشتے اسکے خوف سے اس کی
حمد و ثنا کرتے رہتے ہیں۔ وہی بجلیاں چمکاتا
ہے۔ اور جس پر چاہتا ہے گرا بھی دیتا ہے۔
اور یہ لوگ اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں مگر
وہ بے حد تحمل والا ہے۔

۱۴ پس اسی کو پکارنے میں فائدہ ہے۔ اور یہ
لوگ جنہیں اسے چھوڑ کر پکارتے ہیں وہ انکی
دعائیں مقبول نہیں کر سکتے۔ یہ لوگ اس شخص
کی طرح ہیں جو دریا کی طرف دونوں ہاتھ پھیلادے
اور امید رکھے کہ پانی اس کے منہ میں آجائیگا۔
حالانکہ وہ اس تک کبھی نہ آئیگا۔
اسی طرح ان کافروں کا (اپنے بزرگوں کو)
پکارنا جہالت ہے۔

۱۵ اور زمین اور آسمان میں جتنی مخلوقات ہے
وہ خوشی سے یا زبردستی سے اللہ کے آگے سجدہ کرتی
ہے اور انکے سائے بھی صبح و شام (جھکتے ہیں)

۱۶ ان سے پوچھو آسمانوں اور زمین میں رہنے
والوں کا) پالنے والا کون ہے۔ اور بتلاؤ کہ اللہ
ہے اور پوچھو کہ پھر اسے چھوڑ کر ایسوں کو کیوں اپنا
اولیا بنالیا ہے۔ جو خود اپنے نفع نقصان پر اختیار
نہیں رکھتے پوچھو کیا اندھا اور آنکھوں والا برابر

ہے یا اندھیرا اور اجالا برابر ہو سکتے ہیں اور ان
لوگوں نے جنہیں خدا کا شریک بنا رکھا ہے کیا وہ
کوئی چیز اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزوں کی طرح پیدا
کر سکتے ہیں۔ جو اللہ کی خلاقی میں شک و شبہ پیدا
کردے کہدو کہ اللہ ہی سب چیز کا پیدا کرنے
والا ہے اور وہ صرف ایک ہے اور بے حد زبردست
ہے۔

۱۷ اسی نے آسمان سے پانی برسایا پھر اس سے
حسب ضرورت نالے بہہ نکلے پھر نالوں پر پھولا
ہوا جھاگ آگیا۔ جیسے تم دھاتوں کو زیور بنانے
کے لئے تپاتے ہو تو جھاگ آجاتا ہے۔ اسی طرح
اللہ حق و باطل کو سمجھاتا ہے تو جھاگ تو سوکھ کر
زائل ہو جاتا ہے اور جو بچ جاتا ہے وہ لوگوں کو
فائدہ پہنچاتا ہے۔ اور وہ زمین میں ٹھہرا رہتا ہے۔
اور اللہ تعالیٰ ایسی ہی مثالیں دیکر سمجھاتا ہے۔

۱۸ جو لوگ اللہ کا حکم مانیں گے خوش حال رہیں
گے اور جو روگردانی کریں گے خواہ روئے زمین
کے سارے خزانے ان کے پاس ہوں بلکہ اتنے
ہی اور لے آئیں اور خرچ کردیں تب بھی ان کا
حساب برا ہی ہوگا۔ یعنی ان کا ٹھکانا جہنم ہے
اور وہ بری جگہ ہے۔

جو لوگ جانتے ہیں کہ تم پر تمہارے رب کی طرف
سے جو کچھ اترتا ہے۔ حق ہے۔ وہ اندھے نہیں
اور سمجھتے تو وہی ہیں جو عقل رکھتے ہیں۔

۲۰ (یعنی جو اللہ سے اپنا عہد پورا کرتے ہیں اور اپنے
قراروں کو نہیں توڑتے۔

۲۱ اور جن رشتوں کو اللہ نے
جوڑے رکھنے کا حکم دیا ہے۔ انہیں جوڑے رکھتے
ہیں۔ اور اپنے پروردگار سے ڈرتے رہتے ہیں
اور برے محاسبے سے خوف کھاتے ہیں۔

۲۲ اور جو اپنے رب کی خوشنودی کے لئے صبر کرتے
ہیں نماز پڑھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے دیا ہے اس
میں سے پوشیدہ اور ظاہر خرچ کرتے ہیں اور
نیکی سے برائی کو دور رکھتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں۔
جن کے لئے عاقبت کے گھر ہیں۔

۲۳ یعنی ہمیشہ رہنے والے باغات جن میں وہ داخل
ہوں گے۔ اور ان کے باپ دادا بیویاں اور بچے
جو نیکوکار ہوں گے وہ بھی اور فرشتے ہر طرف سے انکے
پاس آتے ہوں گے۔

۲۴ (اور کہیں گے) سلام علیکم۔
یہ تمہاری ثابت قدمی کا صلہ ہے۔ اور یہ عاقبت
کا گھر خوب ہے۔

۲۵ اور جو لوگ عہد کر کے توڑ ڈالیں گے اور جن رشتوں
کو جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا تھا ان کو قطع کر دیں گے۔
اور ملک میں فساد کرتے پھریں گے۔ ایسوں پر لعنت
ہے اور ان کے لئے گھر بھی برا ہے۔

۲۶ اللہ جس کا چاہتا ہے رزق فراخ کر دیتا ہے۔ اور
جس کا چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔ اور کافر دنیا کی
زندگی پر نازاں ہیں مگر دنیا کی زندگی آخرت میں
بے فائدہ ہوگی۔

۲۷ کافر کہتے ہیں ان پر کوئی نشانی کیوں نہ اتری ان سے
کہہ دو اللہ جسے چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے اور جو اس
سے رجوع کرتا ہے۔ اسے اپنے راستے دکھاتا رہتا ہے

۲۸ جو لوگ ایمان لاتے ہیں انکے دل اللہ کی یاد سے آرام
پاتے ہیں، ہاں سن رکھو کہ
اللہ کو یاد کرنے سے دل کو سکون ملتا ہے۔

۲۹ جو لوگ ایمان لائیں گے اور نیک کام کریں گے۔ ان
کے لیے خوش حالی اور امن چین ہے۔

۳۰ ہم نے تمہیں اس امت کے لئے اسی طرح رسول بنا کر
بھیجا ہے جیسے ان سے پہلے کی امتوں میں بھیجے تھے۔
تاکہ تم انہیں ہماری کتاب پڑھ کر سناؤ مگر یہ لوگ
رحمان کو نہیں مانتے۔ کہہ دو وہی تو میرا پالنے والا
ہے اس کے سوا کوئی پوجنے کے قابل نہیں ہیں اسی پر

بھروسہ رکھتا ہوں - اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں -

۳۱ اگر کوئی کلام ایسا ہے جسے سنکر پہاڑ چل پڑیں - یا
زمین پھٹ جائے - یا مردے بولنے لگیں تو وہ قرآن
ہے مگر یہ سب چیزیں اللہ کے اختیار میں ہیں -
تو کیا مومنوں کو اس سے اطمینان نہیں - کہ اگر اللہ چاہتا
تو سب کو ہدایت کے راستے پر چلا دیتا اور کافروں پر
ان کے اعمال بد کی وجہ سے ہمیشہ بلائیں آتی رہینگی
یا ان کے گھروں کے آس پاس نازل ہوتی رہیں گی -
یہانتک کہ اللہ کا وعدہ پورا ہو جائے - اور اللہ کا وعدہ
نہیں ٹلتا -

۳۲ (اے محمد) تم سے پہلے بھی رسولوں کے ساتھ تمسخر
ہوتا رہا ہے - پس ہم کافروں کو تھوڑی مہلت
دیتے ہیں - پھر پکڑ لیں گے تو دیکھیں گے ہمارا
عذاب کیسا ہوتا ہے -

۳۳ تو کیا اللہ کو جو اپنے ہر بندے کے اعمال دیکھتا ہے
چھوڑ کر یہ اس کے شریک و مقرب بنائے بیٹھے ہیں -
ان سے کہو ان کے نام تو بتاؤ - کیا تم اللہ کو ایسی باتیں
سمجھاتے ہو جن کا زمین پر کوئی وجود ہی نہیں - صرف
سنی سنائی باتیں ہیں - اصل یہ ہے کہ کافروں کو اپنے
جھوٹے عقاید ہی بڑے حسین معلوم ہوتے ہیں - اور
وہ ہدایت کے راستے سے ہٹ چکے ہیں اور جسے اللہ

گمراہ کرے - اسے کوئی راستہ نہیں دکھا سکتا -

۳۴ ایسے لوگوں کے لئے دنیا میں بھی عذاب ہے اور آخرت کا عذاب تو اور بھی سخت ہو گا - وہاں انکو اللہ سے بچانے والا کوئی نہ ہو گا -

۳۵ اور جنت جس کا متقیوں سے وعدہ ہے اس کی خوبیاں یہ ہیں - اس کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اس کے پھل ہمیشہ رہیں گے اور انکے سائے بھی ان لوگوں کا بدلہ ہے جو متقی ہوں گے -

۳۶ اور جن کو ہم نے کتاب دی ہے - وہ تم پر اترنے والی کتاب سے خوش ہیں مگر بعض لوگ اسکی بعض باتیں نہیں مانتے ان سے کہو کہ مجھے یہی حکم ہوا ہے - کہ اللہ کی عبادت کروں - اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤں اور میں اسی کی طرف بلاتا ہوں - اور مجھے اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے

۳۷ اور اسی طرح اب ہم نے اپنے احکام عربی زبان میں اتارے ہیں اگر تم اس علم کے آنے کے بعد ان لوگوں کی خواہشوں کا احترام کرو گے - تو اللہ کے سوا تمہارا کوئی ولی و محافظ نہ ہو گا -

۳۸ اور ہم نے تم سے پہلے بھی پیغمبر بھیجے تھے - انکو بیویاں اور اولاد بھی دی گئی - اور کسی پیغمبر کے بس میں نہ تھا - کہ ہمارے حکم کے بغیر کوئی معجزہ دکھاتا اور سب کا مرجانا کتاب میں لکھا ہوا ہے -

۳۹ اور اللہ جو چاہتا ہے۔ مٹا دیتا ہے ۔ اور جو چاہتا ہے باقی
رکھتا ہے اور اس کے پاس اصل کتاب ہے۔

۴۰ اور اگر ہم چاہیں (اے محمد) تو اپنا عذاب دکھا دے
جس کا وعدہ کیا گیا ہے اور تمہیں وفات دے دیں
اور تمہارا کام تو احکام پہنچانا ہے اور ہمارا کام تو حساب
لینا ہے۔

۴۱ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم زمین کو کنارون سے
کاٹتے جا رہے ہیں اور اللہ جو چاہتا ہے حکم کرتا ہے
اور کوئی اس کے حکم کو رد کرنے والا نہیں اور وہ جلد
حساب لینے والا ہے۔

۴۲ ان سے پہلے بھی لوگ چالیں چلا کرتے تھے مگر چالیں
تو صرف اللہ کی چلتی ہیں ۔ ہر جاندار جو کچھ کرتا ہے وہ
جانتا ہے اور کافروں کو جلد معلوم ہو جائیگا۔ کہ
عاقبت کا گھر کس کا ہے۔

۴۳ اور کافر کہتے ہیں تم اللہ کے رسول نہیں ہو۔ ان سے
کہہ دو میرے اور تمہارے درمیان اللہ کی گواہی کافی
ہے۔ اور ان لوگوں کی بھی جو علم کتاب رکھتے ہیں۔

آخری التماس

اس کتابچے کے مطالعہ کے بعد آپ مجھ سے اتفاق کر سکیں کہ ہمارے بچوں اور نوجوانوں کو قرآنی تعلیم کی ضرورت ہے تو گذارش کروں گا کہ قرآن حکیم کی تمام سورتوں کو علیحدہ علیحدہ چھوٹی چھوٹی کتابوں کی شکل میں شائع کروا کر مدرسوں اور سینما گھروں میں تقسیم کروانے کا انتظام کریں۔ جیسے عیسائی اپنی انجیل مقدس کے اور کمیونسٹ ماؤزے تنگ یا کارل مارکس کی تعلیمات کے اقتباسات چھپوا کر ان کو دیتے رہتے ہیں۔

یہ کام ایک آدمی کے بس کا نہیں۔ جسے اللہ توفیق دے وہ اپنے بس بھر کوشش کرے۔ نیز حکومت سے مطالبہ کرنا چاہیئے کہ مسلمان بچوں کے درس میں قرآن کی مختلف سورتوں کے ترجمے رکھے جائیں اور تمام فقہی کتابیں جن سے مسلمانوں میں افتراق پیدا ہوتا ہے خارج از نصاب کر دی جائیں۔

عزیز احمد صدیقی

مورخہ ۳۰/اگست سنہ ۷۲ء

کراچی۔

اطلاع

رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے اسلام کو صحیح طور پر سمجھنے کے لئے مولف ہذا کی حسب ذیل تالیفات آپکی معلومات میں اضافہ کر سکتی ہیں۔

۱۔	اسپانیٔ سبز باغ	اب نایاب ہے۔	
۲۔	ارمغان عرب	قیمت	۱،۰۰
۳۔	ارمغان عجم سفید کاغذ		۴،۰۰
۴۔	〃 رف کاغذ		۳،۰۰
۵۔	خلاؤں کو الوداع		۲،۰۰